فما استمتعتم بہ منہن

متعۃ النساء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہلحدیث کی یہ اسلامی غیرت قابل قدر ہے کہ وہ آریوں کے تحریر پر نظر رکھتے ہیں جواب بنے یا نہ بنے کچھ لکھ ڈالتے ہیں ورنہ آج صد ہا مدعیان اسلام سے تو یہ بھی نہیں ہوتا کہ آریوں کے کسی اعتراض کا جواب دیں ملکی معاملات میں تو سہی لڑنے جھگڑنے کو طیار ہو جاتے ہیں مگر مذہبی معالات میں بالکل سکوت کرتے ہیں۔

اہلحدیث مورخہ ۲۱ جولائی ۱۹۱۷ء میں لکھتے ہیں "متعہ کے متعلق ایک تقریر آریہ گزٹ لاہور میں نکلا ہے جسکو راقم مضمون نے کل مسلمانوں کا مذہب سمجھا حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ متعہ کے قائل شیعہ ہیں سنی نہیں اور شیعوں کی تعداد کل دنیا کی اسلامی آبادی میں فی صدی پندرہ ہے اتنے تعداد کے اعتقاد کو کل اسلامی دنیا کا اعتقاد قرار دینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے"

اقول

اس جواب سے آریہ تو ضرور ٹھنڈے پڑ جائینگے کیونکہ وہ اسکو کہاں جان سکتے ہیں قرآن و حدیث کے ماننے والے سب مسلمان ہیں خواہ سنی ہوں یا شیعہ لہذا اگر قرآن و حدیث سے متعہ ثابت ہے تو شیعہ و سنی سب کا یہ مذہب ہے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم سنی ہیں لہذا ہم

متعہ کو نہیں مانتے کیونکہ مذہبی حیثیت سے اونکو ماننا لازم ہے۔

ھاں اگر سنی مثل قادیانیوں کے خلیفہ دوم کے نبوت کے قایل ہیں کہ وہ بھی نبی تھے اونکے احکام شریعت میں مثل حکم آنحضرت واجب الاتباع ہیں تو بیشک وہ کہ سکتے ہیں کہ ہم متعہ کو نہیں مانتے کیونکہ خلیفہ دوم کا فرمان متعتان کانتا علی عھد رسول اللہ وانا احرمھما تمام عالم میں مشہور ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ میں دو متعہ جاری تھا ہم دونوں کو حرام کرتے ہیں۔

شیعہ و سنی میں اختلاف صرف اس قدر ہے کہ شیعہ بحکم خدا و رسول جواز متعہ کے قائل ہیں کہ خدا و رسول نے چونکہ اسکی اجازت دی ہے لہذا وہ جائز ہے اہلسنت اسکے قائل ہیں کہ متعہ حرام ہے مگر یہ نہیں کہتے کہ اسوجہ سے حرام ہے کہ خلیفہ دوم نے حرام کیا بلکہ بحمایت خلیفہ دوم خدا و رسول پر اتہام دھرتے ہیں کہ اونہوں نے حرام کیا حالانکہ بالکل افترا ہے۔

اڈیٹر صاحب کو آریونکے مقابلہ میں لکھنا تھا لہذا دو ورق میں سارے مضمون کو تمام کر دیا حالانکہ سنیونکی طرف سے شوکت عمریہ ایک پوری کتاب ایک پوری کتاب شایع ہو چکی ہے اور شیعونکے طرف سے ضربت حیدریہ دو جلد اور تشئید المطاعن میں خاص بحث اسکی مکمل ہو چکی ہے لہذا جب تک اون کتابونکا کوئی جواب نہ دے قلم اوٹھانا محض بیحیائی ہے

اڈیٹر صاحب نے اپنے لیاقت علمی ثابت کرنیکو کتاب مستطاب تہذیب الاحکام کی حدیثیں نقل کی ہیں اور بدانست خود اوسکا رد کیا ہے جسکے ہم اسوجہ سے تعرض نہیں کرتے کہ تحریر طولانی ہو جاوے گی اور وہ تمامتر روایات شیعہ ہیں جس سے متعہ کا جواز ثابت ہے بلکہ صرف یہ دکھاتے ہیں کہ مذہب اہلسنت میں کہانتک متعہ کا جواز مانا گیا ہے کیونکہ اصلی نزاع اسی میں ہے کہ اہلسنت کے یہاں جائز ہے یا نہیں جسکے اڈیٹر صاحب منکر ہیں انشاء اللہ آئندہ دیکھا جائیگا۔

ھم یہاں صرف صحیح بخاری و صحیح مسلم کی چند روایتوں کو لکھتے ہیں جسکو اہلحدیث قرآن سے زیادہ نہیں تو قرآن کے برابر ضرور مانتے ہیں صحیح مسلم میں ہے صفحہ ۴۵۱ ج اول

قال عطاء قدم جابر بن عبد اللہ معتمرا فجئناہ فی منزلہ فسالہ القوم عن اشیاء ثم ذکروا المتعۃ فقال نعم استمتعنا علی عہد رسول اللہ وابی بکر و عمر یعنی حضرت

جابر سے لوگوں نے متعہ کے بارے میں سوال کیا تو کہا ہاں ہملوگوں نے عہد رسول اللہ اور زمانہ ابوبکر و عمر میں متعہ کیا تھا۔ اب اڈیٹر صاحب بتائیں کہ جن صحابہ نے عہد رسول و شیخین میں متعہ کیا تھا وہ سنی تھے یا شیعہ کیا اس سے مذہب اہلسنت میں جائز ہونا متعہ کا ثابت نہیں ہوا۔

قال سمعت جابر بن عبد اللہ یقول کنا نستمتع بالقبضۃ من التمر والدقیق الایام علی عہد رسول اللہ صلعم وابی بکر حتی نہی عنہ عمر فی شان عمرو بن حریث۔

یعنی حضرت جابر کہتے ہیں ہملوگ عہد رسول اور ابوبکر میں متعہ کیا کرتے تھے یہانتک کہ عمر نے متعہ کرنے سے منع کیا درباره عمرو بن حریث۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں قال القاضی عیاض روی حدیث اباحۃ المتعۃ جماعۃ من الصحابۃ فذکرہ مسلم من روایۃ ابن مسعود وابن عباس وجابر وسلمہ بن الاکوع وسبرۃ بن المعبد الجہنی صفحہ ۴۵۰

یعنی امام مسلم نے حضرت ابن مسعودؓ۔ ابن عباسؓ۔ جابرؓ۔ سلمہ بن الاکوعؓ۔ سبرہ بن معبد الجہنی نے اسکی روایات کی ہیں کہ وہ متعہ کو جائز جانتے تھے اب نہیں معلوم کون سنی یہ کہ سکتا ہے کہ جس متعہ کو اتنے صحابی مباح جانتے ہوں وہ عقیدہ اہلسنت کے خلاف ہے حالانکہ مدار اہلسنت مذہب اتباع صحابہ پر ہے کہ وہ جو فتوے دیں وہی مذہب اہلسنت ہے۔

اوسی صحیح مسلم میں یہ بھی ہے فقال جابر فعلناهما مع رسول اللہ ثم نہانا عنہما عمر فلم نعد لہما صفحہ ۴۵۱ یعنی حضرت جابر کہتے ہیں ہملوگوں نے بمعیت رسول دونوں متعہ کیا پھر عمر نے دونوں سے منع کیا تو پھر ہم نے نہیں کیا۔

اب اڈیٹر صاحب براہ کرم فرمائیں کہ مذہب اہلسنت میں متعہ جائز ہوا یا نہیں کیونکہ اگر مدار مذہب اہلسنت قرآن و حدیث پر ہے تو الحمد للہ قرآن و حدیث تمامتر مدعی جواز متعہ ہے اور اگر روایت صحابی پر ہے تو صرف صحیح مسلم سے پانچ صحابیوں کا فتوے مذکور ہو چکا اور اگر صرف رائے عمر پر ہے تو وہ بھی جواز متعہ کے قائل نہیں بلکہ مصلحت ملکی سے منع کرتے ہیں

اصابہ میں ہے قال ابن حزم فی المحلی ثبت علی تحلیل المتعۃ بعد النبی صلعم من الصحابۃ ابن مسعود و ابن عباس و جابر و سلمہ و معبد ابنا امیہ بن خلف فذکر اخرین

اصابہ ۱۴۱ ج ۲

یعنی ابن حزم کہتے ہیں وفات رسول کے بعد متعہ کو حلال جاننے والے صحابہ جو ثابت قدم رہے وہ ابن مسعود - ابن عباس - جابر - سلمہ - معبد پسران امیہ بن خلف ہیں اور بہت سے لوگ ہیں۔

عمدۃ القاری علامہ عینی میں ہے اما الصحابة فانهم اختلفوا فی نکاح المتعة فذهب ابن عباس الی اجازتها وتحلیلها لا خلاف عنه فی ذلک وعلیه اکثر اصحابه منهم عطاء بن ابی رباح وسعید بن جبیر قال وروی ایضا تحلیلها واجازتها عن ابی سعید الخدری وجابر بن عبد الله قال جابر تمتعنا الی نصف من خلافة عمر حتی نهی عمر الناس عنها فی شان عمرو بن حریث صفحہ ۳۱۰ جلد

یعنی خود صحابہ میں اس متعہ کے بارے میں اختلاف تھا ابن عباس اسکو جائز اور مباح جانتے تھے جس میں کسی طرح کا اختلاف ہی نہیں اور انکے اکثر اصحاب بھی اسکے قائل تھے مثل عطا ابن ابی رباح - سعید بن جبیر طاوس (یہ تینوں آدمی تابعی کہلاتے ہیں) اور ابو سعید خدری اور جابر بن عبد اللہ سے بھی اسکی اباحت کی روایت ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں نصف زمانہ خلافت عمر تک متعہ کرتے تھے یہانتک کہ عمر نے دربارہ عمرو بن حریث ممانعت کی۔

اور مرآۃ الزمان سبط ابن جوزی میں ہے جو اکابر علماء حنفیہ سے ہیں قد اختلف الناس فی جواز المتعة فعامة العلماء علی انها باطلة وروی جوازها عن جماعة منهم علیؑ وابن عباسؓ وجابر بن عبد الله وابی سعید الخدری وعطاء بن ابی رباح وابن جریج وابن ابی ملیکة وطاؤس

یعنی متعہ میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے عامہ علما تو اسکے بطلان کے قائل ہیں اور جواز کے قائل خود حضرت علی ہیں ابن عباس جابر بن عبد اللہ - ابو سعید خدری ہیں (صحابہ سے اور تابعین سے) عطا ابن ابی رباح ابن جریج - ابن ابی ملیکہ - طاؤس ہیں۔

اور فتح الباری میں ہے وقد اختلف السلف فی نکاح المتعة قال ابن المنذر جاء عن الاوائل الرخصة

یعنی سلف نے نکاح متعہ کے بارے میں اختلاف کیا ہے ابن المنذر کہتے ہیں کہ اوائل سے اجازت اس بارے میں وارد ہے۔

اور ربیع الابرار زمخشری میں ہے اربع فی اھل المدینۃ الغناء والمتعۃ والماء من الماء و الوضوء مما مستہ النار کما فی القشیری صـ۱۰۱

یعنی چار باتیں اہل مدینہ میں ہیں ایک غنا دوسرے متعہ تیسرے غسل جنابت بعد انزال چوتھے وضو کرنا اوس سے جسکو مس کیا ہو آگ نے

اب دیکھیں اڈیٹر صاحب کل اہل مدینہ کو بھی شیعہ قرار دیتے ہیں اور سنی ہونے سے نکالتے ہیں جو جواز متعہ کے قائل تھے یا کیا ہے۔

سیرۃ حلبیہ میں ہے فتح مکہ وکان فیہ خلاف فی الصدر الاول ثم ارتفع واجمعوا علی تحریمہ وعدم جوازہ صفحہ ۱۰۳ ج ۳ جلد۔

یعنی متعہ کے بارے میں صدر اول میں اختلاف تھا پھر وہ اختلاف رفع ہوا اور سب نے اجماع کر لیا اوسکے حرمت اور عدم جواز پر۔

اب تو غالباً اڈیٹر اہلحدیث کو اپنا یہ فقرہ واپس لینا پڑیگا "متعہ کے قائل شیعہ ہیں سنی نہیں" کیونکہ ان تصریحات صریحہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ اور تابعین ہر قسم کے لوگ اسکے جواز کے قائل تھے تو کیا اڈیٹر صاحب سب کو شیعہ کہدینگے یہانتک کہ تمامی اہلحدیث اسکے جواز کے قائل تھے پھر مذہب اہلسنت کہاں سے آگیا جسکے نسبت فرماتے ہیں "سنی نہیں"

اب اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں کیونکہ جب قرآن۔ حدیث۔ عمل صحابہ و تابعین سے متعہ کا جواز ثابت ہے تو اب کون شخص کہ سکتا ہے کہ جواز متعہ مذہب اہلسنت نہیں ہے۔

حضرت عمر نے جو حکم بحرمت متعہ جاری کیا تو ایسے صاف لفظوں میں جن سے اوس کی حلت اور جواز ثابت رہے اور سمجھا جائے کہ یہ فعل اونکا ذاتی ہے تفسیر کبیر میں ہے کما روی عن عمر انہ قال فی خطبتہ متعتان کانتا علی عہد رسول اللہ انا انہی عنہما و اعاقب علیہما ذکر ھذا الکلام فی مجمع من الصحابۃ وما انکر علیہ احد۔

یعنی عمر نے مجمع صحابہ میں اپنے خطبہ میں کہا کہ عہد رسول میں دو متعہ جاری تھا ہم اوس سے نہی کرتے ہیں اور جو ایسا کریگا اوسپر تعزیر جاری کرینگے اور صحابہ نے انکار نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ وہ اسکی حلت ثابت کرکے اپنا ذاتی حکم دے رہے ہیں جسکو ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ بمقابلہ حکم

رسول کسی کا کوئی حکم قابل قبول نہیں حلت یا حرمت کسی شئے کی ثابت ہوگی تو محض حکم رسول سے
ورنہ عمر ایسے اگر ہزاروں خلیفہ یا صحابی کوئی حکم دیں تو وہ بجز ذاتی حکم کے اور کوئی وقعت نہیں رکھتا
یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن القیم زاد المعاد میں دربارہ متعۃ الحج فرماتے ہیں ویدل علی انہ رأی
رای محض لاینسب الی انہ مرفوع الی النبیؐ ان عمر بن الخطاب لما نہی عنہا
قال لہ ابو موسی الاشعری یا امیر المومنین ما احدثت فی شان النسک فقال ان
ناخذ بکتاب ربنا فان اللہ یقول واتموا الحج والعمرہ وان ناخذ لسنۃ رسول اللہ
فان رسول اللہ لم یحل حتی نحر فھذا اتفاق من ابو موسی وعمر علی ان منع الفسخ
الی المتعۃ والاحرام بھا ابتداء انما ھو رای من عمر احدثہ فی النسک لیس عن
رسول اللہ وان استدل لہ بما استدل وابو موسی کان یفتی الناس بالفسخ فی
فی خلافۃ ابی بکر کلھا وصدرا من خلافۃ عمر حتی فاوض عمر فی نہیہ عن ذلک
واتفقا علی انہ رای احدثہ عمر فی النسک ثم صح عنہ الرجوع عنہ۔

یعنی دلیل اسکی کہ یہ محض رائے عمر تھی نہ یہ کہ حضرت کی کوئی حدیث ہو یہ ہے کہ عمر نے جب
اسکی ممانعت کی تو ابو موسیٰ اشعری نے کہا یہ تمنے کیا نئی بدعت نکالی ہے حج کے بارے میں تو
عمر نے کہا اگر کتاب چاہتے ہو تو اتموا الحج والعمرہ ہے اور اگر سنت رسول چاہتے ہو تو حضرت
اوسوقت تک محل نہوتے تھے جب تک نحر نہ کر لیتے تو ابو عمر و ابو موسیٰ کا اتفاق ہے اسپر کہ یہ رائے عمر ہی ہے
جسکو اونہوں نے احداث کیا رسول اللہ کا حکم ایسا نہیں ہے اگرچہ استدلال میں کچھ ہی پیش کیا جائے یہی وجہ ہے
کہ ابو موسی اسی مطابق فتوے دیتے تھے زمانہ ابو بکر میں اور ابتدائے خلافت عمر میں جب عمر نے اس پر
اصرار کیا تو ابو موسیٰ نے بھی اونکے رائے سے اتفاق کر لیا جس سے معلوم ہوا کہ یہ عمر کا نو احداث
فعل تھا یعنی ذاتی رائے۔

اب تو کسی کو اس میں عذر نہیں ہو سکتا کہ حضرت عمر نے جو متعہ کو حرام کیا تو محض اپنی ذاتی رائے
اور ذاتی اقتدار سے جس سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہی حکم رسول بھی ہے۔
مگر عجب بات ہے کہ متعہ حج میں تو عمر صاحب کا حکم اسطرح رد کر دیا گیا کہ وہ گوزشتہ سے بھی بد تر
قرار پایا مگر متعۃ النسا کے بارے میں اونکا حکم ایسا ناطق سمجھا جاتا ہے کہ گویا وحی آسمانی ہے حالانکہ

حضرت عمر نے ایک ہی لفظ سے دونوں پر حکم جاری کیا تھا متعتان کانتا علی عہد رسول اللہ وانا احرمہما کہ دو متعہ عہد رسولؐ میں جاری تھے ہم دونوں کو حرام کرتے ہیں ایک متعۃ النسا دوسرے متعۃ الحج۔

طرفہ تو یہ ہے کہ حضرت عمر سے جب عمران بن سوادہ لیثی نے سوال کیا ہے وذکر وا انک حرمت متعۃ النساء وقد کانت رخصۃ من اللہ نستمتع بقبضۃ ونفارق قال ثلث قال ان رسول اللہ احلہا فی زمان ضرورۃ ثم رجع الناس فی السعۃ ثم لم اعلم احدا من المسلمین عاد الیہا فلا عمل بہا فالان من شاء نکح بقبضۃ وفارق عن ثلث بطلاق وقد اصبت ازالۃ الخفا مقصد دوم ص ۳۰۵

یعنی لوگ کہتے ہیں کہ تمنے متعۃ النسا کو حرام کر دیا حالانکہ خدا کی طرف اجازت تھی کہ ہم ایک قبضہ پر متعہ کریں اور تین روز بعد علیحدہ ہو جائیں تو عمر نے کہا رسول اللہ نے زمان ضرورت میں اسکو مباح کیا تھا اب ہر شخص وسعت میں ہے تو اب جسکا جی چاہے ایک قبضہ پر نکاح کرے پھر طلاق دیکر تین روز علیحدہ ہو جائے اور ہم اس حکم میں برسر صواب ہیں۔

اس سے بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عمر نے جب خاص اپنی ذاتی رائے اور ذاتی اختیار پر حرمت کا فتوی دیا کیونکہ عمران بن سوادہ نے یہی کہا کہ آپ نے متعۃ النسا کو حرام کیا جسکے جواب میں عمر نے یہ نہیں کہا کہ ہم حرام کرنیوالے کون اسکا اختیار تو رسول اللہ کو ہے پھر جو وجہ حرمت بیان کی وہ اپنی طرف سے کہ پہلے زمانہ میں ضرورت تھی اب زمانہ وسعت ہے پھر کہا کہ ہم اس حکم میں تو اب پر ہیں خطا نہیں کیا جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ یہ حکم محض اپنے ذاتی حکم سے تھا ورنہ صاف صاف یہی کہدیتے کہ اس میں ہمارا کیا قصور رسول اللہ کا یہی حکم تھا۔

اب مسلمانوں کو عموما اور اڈیٹر اہلحدیث کو خصوصا اختیار ہے کہ جس راہ کو چاہیں اختیار کریں متعہ کریں یا نہ کریں مگر یہ تو نہ کہیں کہ مذہب اہلسنت میں متعہ نہیں جائز ہے کیونکہ مذہب اہلسنت اگر چہ حکم عمر پر ہے تو مجبوری ہے ورنہ انکا دعوی تو یہی رہا ہے کہ ہمارا عمل حکم خدا و رسول پر ہے نہ کہ صحابہ یا خلفائے ثلثہ پر۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عمران بن حصین صحابی جو اعاظم صحابہ سے ہیں فرماتے ہیں جیسا تفسیر کبیر میں ہے

واما عمران بن حصين فانه قال نزلت
آية المتعة في كتاب الله ولم ينزل بعدها
آية تنسخها وامرنا بها رسول الله صلعم و
تمتعنا معه ومات ولم ينهنا عنه ثم
قال رجل برأيه ما شاء واما امير المؤمنين
علي بن ابيطالب رض فالشيعة يروون عنه
اباحة المتعة وروى محمد بن جرير الطبري
في تفسيره عن علي بن ابيطالب انه قال
لولا ان عمر نهى الناس عن المتعة ما
زنى الا شقي صفحہ ۲۸ ج ۳ مطبوعہ مصر

کہ عمران بن حصین کہتے تھے کہ آیہ متعہ نازل ہوا
کتاب اللہ میں اور اسکے پیچھے کوئی آیہ ناسخ اوسکا
نہیں نازل ہوا رسول اللہ نے اوسکا حکم دیا اور
ہم لوگوں نے آپکی معیت میں متعہ کیا اور حضرت نے
وفات پائی اور اس سے منع نہ کیا پھر ایک شخص نے
اپنے رائے سے جو چاہا کہا اور امیر المومنین علی بن ابیطالب
سے شیعہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت اباحت
متعہ کا حکم دیتے تھے اور محمد بن جریر طبری (امام اہلسنت)
نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے حضرت علی بن
ابیطالب سے کہ فرماتے تھے اگر عمر متعہ سے منع کرتے تو نہ
زنا کرتا مگر وہ شخص جو شقی ہوتا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمران بن حصین صحابی اس آیہ کا نام ہی آیۃ المتعۃ
بتلاتے ہیں پھر حیف ہے کہ جو آیہ آیہ متعہ ہو اوس سے عدول کیا جاوے۔

دوسری یہ کہ صاف صاف وہ کہرہے ہیں کہ حکم خدا اور رسول یوں ہی ہے کہ متعہ جائز ہے اور
حضرت نے تا وقت وفات اوس سے منع نہ کیا مگر ایک شخص (عمر) نے اپنی رائے سے جو
چاہا کیا اب اس سے بڑھ کر کونسی دلیل ہوسکتی ہے جس سے جواز ثابت ہو

تیسرے یہ کہ جناب امیر بصراحت تمام فرماتے ہیں کہ اگر عمر متعہ سے منع نہ کیے ہوتے تو
جو شقی ہوتا وہی زنا کرتا اس سے بھی معلوم ہوا کہ متعہ کو حرام کرنیوالے عمر ہیں نہ رسول اللہ۔

اما امام فخر رازی پھر لکھتے ہیں الحجۃ الثالثۃ
ما روی ان عمر رضی اللہ عنہ قال علی
المنبر متعتان کانتا مشروعتین فی عہد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا انہی
عنہما متعۃ الحج ومتعۃ النکاح مختصراً

یعنی تیسری دلیل جواز متعہ کی یہ ہے کہ عمر
نے منبر پر کہا کہ دو متعہ عہد رسول میں
بحکم شریعت جاری تھے اور ہم دونوں
سے منع کرتے ہیں (یعنی متعہ حج اور
متعہ نکاح) اور یہ کلام عمر رض ہے

تنصیص علی ان متعۃ النکاح کانت
موجودۃ فی عہد الرسول صلی اللہ علیہ و
سلم و قولہ وانا انہی عنہما یدل علی ان
الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ما نسخہ وانما
عمر ھو الذی نسخہ واذا ثبت ھذا فنقول
ھذا الکلام یدل علی ان حل المتعۃ کان
ثابتا فی عہد رسول اللہ علیہ وسلم
وانہ علیہ السلام ما نسخہ وانہ لیس لہ
ناسخ الا نسخ عمر واذا ثبت ھذہ وجب
ان لا یصیر منسوخا لان ما کان ثابتا فی
زمن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وما نسخہ
الرسول یمتنع ان یصیر منسوخا بنسخ عمر
وھذا ھو الحجۃ التی احتج بہا عمران بن حصین
حیث قال ان اللہ انزل فی المتعۃ ایۃ
وما نسخہا بایۃ اخری وامرنا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بالمتعۃ وما نہانا عنہا
ثم قال رجل برایہ ما شاء و یرید ان عمر
نہی عنہا

اس پر کہ دونوں متعہ بحکم رسول جاری تھا
اور عمر کا کہنا کہ ہم دونوں سے منع
کرتے ہیں دلالت کرتا ہے اس پر کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں منسوخ کیا بلکہ عمر نے
منسوخ کیا۔ تو جب یہ ثابت ہوا کہ وہ عہد
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں جاری
تھا تو وہ عمر کے کہنے سے کیسے منسوخ
ہوسکتا ہے یہی وہ دلیل ہے جس سے
عمران بن حصین نے استدلال کیا
اور کہا کہ خدا نے قرآن مجید کے
ایک آیہ میں اس کو جائز کیا اور
دوسرا آیہ ناسخ نہیں نازل ہوا۔
اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے حکم دیا اور منع نہیں کیا اس کے
بعد ایک شخص (عمر) نے اپنی رائے
سے جو چاہا کہا۔

غرض قرآن حدیث اقوال صحابہ پکار کر کہہ رہے ہیں کہ متعہ جائز ہے صرف عمر نے اس کو
حرام کیا پھر یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ صرف شیعہ اسکے قائل ہیں سنی نہیں کیونکہ یہ تو اسوقت ہو سکتا ہے
جب یہ مانا جائے کہ مذہب اہلسنت صرف عمر کے رائے پر ہے۔

اصلی وجہ انکار اہلسنت اب ہم اس راز نہاں کو آشکارا کرتے ہیں جس سے اہلسنت سب
دلائل باہر کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں ۲۸۶

الحجة الثانية ما روی عن عمر رضی اللہ عنہ
قال فی خطبتہ متعتان کانتا علی عہد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا انہی عنہما
واعاقب علیہما ذکر ھذا الکلام فی مجمع
الصحابة وما انکر علیہ احد فالحال ھہنا
لا یخلوا اما ان یقال انہم کانوا عالمین بحرمة
المتعة فسکتوا او کانوا عالمین بانہا مباحة
ولکنہم سکتوا علی سبیل المداھنة او
ما عرفوا اباحتہا ولا حرمتہا فسکتوا لکونہم
متوقفین فی ذلک والاول ھو المطلوب
(والثانی) یوجب تکفیر عمر وتکفیر الصحابة
لان من علم ان النبی صلعم حکم باباحة المتعة
ثم قال انہا محرمة محظورة من غیر نسخ
لہا فہو کافر باللہ ومن صدقہ علیہ
مع علمہ بکونہ مخطئا کاذبا کان کافرا ایضا
وھذا یقتضی تکفیر الامة وھو علی ضد
قولہ کنتم خیر امة ص ۲۸۷ جلد ۳

یعنی متعہ کے حرمت کی دوسری دلیل یہ ہے
کہ عمر نے مجمع صحابہ میں منبر پر کہا کہ دو متعہ
عہد رسول اللہ میں جاری تھا اور ہم دونوں
سے منع کرتے ہیں اس کلام کو عمر نے مجمع
صحابہ میں کہا تھا اور کسی نے انکار نہیں کیا تو اب
تین حال سے خالی نہیں ایک یہ کہ وہ سب
جانتے تھے کہ متعہ حرام ہے اسوجہ سے سکوت کیا اور
یہی مطلوب ہے دوسرے یہ کہ وہ جانتے تھے کہ یہ
جائز ہے اور مباح ہے مگر بسبیل مداہنت سکوت کیا
تو اس سے عمر کا اور ان صحابہ کا
کفر لازم آتا ہے جنہوں نے سکوت کیا کیونکہ
جسکو معلوم ہو کہ رسول اللہ نے اس کو
مباح کیا اور پھر وہ کہے کہ یہ حرام ہے تو وہ
کافر ہے - اور جو اوس کی تصدیق کرے
باوصفیکہ جانتا ہو کہ وہ خاطی ہے تو وہ بھی
کافر ہے اس سے تمامی امت کی تکفیر لازم آتی ہے
اور یہ خلاف ہے آیہ کنتم خیر امة کے -

اب تو معلوم ہوا کہ متعہ سے انکار صرف اسوجہ سے ہے کہ اگر اوسکا اقرار کرتے ہیں
تو عمر کا کافر ہونا لازم آتا ہے اور اونکے صحابہ کا جنکی حفاظت اہلسنت پر لازم ہے -
مگر ہائے اسپر نہیں غور کیا جاتا کہ اگر عمر صاحب کی حفاظت کرتے ہیں تو تکذیب خدا
اور تکذیب رسول لازم آتی ہے اور پھر اتنے صحابہ وتابعین کی تکفیر لازم آتی ہے جنھوں نے
خلاف رائے عمر جواز متعہ کا فتوے دیا کیونکہ جسطرح حلال رسول کے حرام کرنیسے کوئی کافر
ہو جاتا ہے اوسی طرح حرام رسول کے حلال کرنیسے بھی انسان کافر ہوتا ہے پس اگر آپ

عمر کو کفر سے بچاتے ہیں تو جناب امیرؑ ابن عباسؓ ابن مسعودؓ ـ ابو سعید خدریؓ ـ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ ـ سبرۃ بن اکوعؓ ـ مغیرہ بن سلمہؓ ـ عمران بن حصین اور صدہا و تابعین کا کفر لازم آتا ہے کیونکہ وہ سب متعہ کو جائز جانتے تھے ان سب کے علاوہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا بھی لازم آتا ہے کیونکہ پورے عہد ابوبکر اور نصف زمانہ عمر میں متعہ جاری تھا پس اگر ایک عمر کے کفر سے سارے امت کا کفر لازم آتا ہے تو ان صحابہ کے کفر سے تو اور بھی تمام عالم کا کفر لازم آئیگا اور کنتم خیر امۃ کے خلاف ہوگا

زیادہ افسوس تو یہ ہے کہ امام فخر رازی نے متعۃ النسا کے بارے میں یہ ایجاد کی کہ اسکی جواز سے عمر صاحب کا کفر لازم آتا ہے مگر متعۃ الحج کے بارے میں کچھ نہ کہا کیونکہ تمامی ائمہ اربعہ نے اوس کو جائز اور مستحب سمجھا ہے حالانکہ عمر نے اسی طرح اوسکو بھی حرام کیا تھا پھر ایک حکم خلاف رسول تو وہ کافر ہوں اور دوسرے حکم مخالف رسول سے نہ کافر ہوں یہ کونسی منطق ہے

ہائے آپ نے عمر صاحب کو ایسا کمزور سمجھا ہے کہ وہ کفر کے خوف سے کوئی کام نہ کرتے حالانکہ صدہا مسائل میں جن میں اونھوں نے رسول اللہ کے خلاف کیا ہے متعۃ الحج متعۃ النسا کو اونھوں نے حرام کیا تیمم کو اونھوں نے ناجائز بتایا ـ طلاق ثلث کو اونھوں نے باطل کیا عول کی بدعت اونھوں نے ایجاد تراویح کو اونھوں نے رائج کیا جسکی ایک مختصر فہرست علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفا میں دی ہے صفحہ ۹۳

فصل فی اولیات عمر قال العسکری هو اول من سمی امیر المومنین و اول من کتب التاریخ من الهجرة و اول من اتخذ بیت المال و اول من سن قیام شهر رمضان و اول من عس باللیل و اول من عاقب علی الهجاء و اول من ضرب فی الخمر ثمانین و اول من حرم المتعة و اول من نهی عن بیع امهات الاولاد و اول من جمع الناس فی صلوة الجنائز علی اربع تکبیرات الی آخره	یعنی سب سے پہلے جسے امیر المومنین اپنا لقب اپنا کیا وہ عمر ہے ہجرت سے تاریخ کی ابتدا انھوں نے کی سب سے پہلے بیت المال مقرر کیا ـ تراویح کو سب سے پہلے جاری کیا ـ رات کو گشت لگانیکی ابتدا انسے ہوئی ـ ہجو کرنے پر انھوں نے عقاب کیا شرب خمر پر دره زنی انہیں کی ایجاد ہے متعہ کو سب سے پہلے انھوں نے حرام کیا بیع ام ولد سے انہیں نے منع کیا ـ نماز جنازہ میں چار تکبیر کا اجماع انہیں سے ہوا

پھر تعجب ہے کہ امام رازی کو ان سب بدعنوانیوں کا خوف نہوا کہ عمر کی تکفیر لازم آتی ہے اور متعۃ النساء میں ان کو یہ خوف ہو رہا ہے کہ اگر نص قرآن و حدیث و عمل صحابہ اسکو جائز کہیں تو عمر صاحب کی تکفیر لازم آتی ہے؟ -

عمر صاحب کی اس حمایت بیجا نے حضرات اہلسنت کو صرف اسی مصیبت میں نہیں مبتلا کیا کہ وہ متعہ کے حرمت کے قائل ہوئے ورنہ تکفیر لازم آتی ہے بلکہ صد ہا روایتیں بنا ڈالیں کہ خود رسول اللہ نے اس متعہ کو حرام کیا مگر خدا کی شان دیکھیے کہ اوسنے ہر روایت میں ایسی باتیں نمایاں کر دیں جس سے اوسکی اصلیت معلوم ہو کہ یہ سب جعلی ہیں چنانچہ ایسا اختلاف ہوا کہ پناہ بخدا۔

عمدۃ القاری میں ہے وقد اختلف فی وقت النہی عن نکاح المتعۃ ان کان زمن خیبر او زمن الفتح او فی غزوۃ اوطاس وھی فی عام الفتح او فی غزوۃ تبوک او فی حجۃ الوداع او فی عمرۃ القضاء ۱۱۳ ج ۵ -

یعنی اس میں اختلاف ہے کہ متعہ کب حرام کیا گیا جنگ خیبر میں یا زمانہ فتح مکہ میں یا غزوہ اوطاس میں جو عام الفتح میں ہے یا غزوہ تبوک میں یا حجۃ الوداع میں یا عمرۃ القضا میں

جو بات جعلی یا مصنوعی ہوتی ہے اوس میں یہی ہوتا ہے کہ ایسا اختلاف پڑتا ہو کہ کبھی جمع نہیں ہو سکتا علامہ عینی لکھتے ہیں قال ابن عبد البر وھذا الباب فیہ اختلاف شدید وفیہ احادیث کثیرۃ لم نکتبھا یعنی اس بارے میں اختلاف شدید ہے اور بہت سی حدیثیں اس بارے میں وارد ہیں جنکو ہمنے نہیں لکھا۔

جس سے معلوم ہوا کہ اسقدر اختلاف ہے کہ خود علامہ ابن عبد البر کو اونکے لکھنے سے شرم آئی کہ کیا لکھیں سر پریشان حضرت عمر نے یہ کما قال النووی الصواب المختار ان التحریم والاباحۃ کانا مرتین وکانت حلالا قبل خیبر ثم حرمت یوم خیبر ثم ابیحت یوم فتح مکۃ وھو یوم اوطاس لاتصالھما ثم حرمت یومئذ بعد ثلاثۃ ایام تحریما مؤبدا الی یوم القیامۃ صفحہ ۳۱۲

یعنی امام نووی فرماتے ہیں صواب اور مختار یہ ہے کہ متعہ دو مرتبہ حلال کیا گیا اور دو مرتبہ حرام قبل خیبر حلال تھا پھر خیبر میں حرام کیا گیا پھر فتح مکہ میں حلال کیا گیا اور اوس کے بعد ہمیشہ

کے لیئے حرام کیا گیا

اس تفصیل سے ایک طرح کا اطمینان تو او نصوص سے حاصل کیا مگر اسکا کیا علاج ہے کہ وہی علامہ عینی لکھتے ہیں وفی التوضیح هذا اغرب ما وقع فی الشریعة ابیح ثم نهی عنه یوم خیبر ثم ابیح فی عمرة القضاء واوائل الفتح ثم نهی عنه ثم ابیح ثم نهی عنها الی یوم القیامة صفحه ۳۱۲

یعنی یہ سب سے عجیب امر ہے جو شریعت میں واقع ہوا کہ متعہ مباح کیا گیا پھر جنگ خیبر میں حرام کیا گیا پھر عمرة القضا اور اوائل فتح مکہ میں مباح کیا گیا پھر منع کیا گیا پھر مباح کیا گیا پھر ہمیشہ کیلئے حرام کیا گیا۔

اور سیرۃ حلبیہ میں ہے وعن امامنا الشافعی لا اعلم شیئا حرم ثم ابیح ثم حرم الا المتعه

یعنی امام شافعی فرماتے ہیں کہ بجز متعہ ہمکو کوئی چیز نہیں معلوم ہوتی جو حلال کیا گیا پھر حرام کیا گیا۔

اب کون انسے پوچھے کہ بجز خوف تکفیر عمر کیا باعث ہوا جو رسول اللہ پر ایسا اتہام کیا گیا کہ آپ متعہ کو ایک دفعہ حرام کرتے ہیں پھر حلال کرتے ہیں پھر حرام پھر حلال پھر حرام

یہی وجہ ہے کہ علامہ علی بن برہان الدین سیرۃ حلبیہ میں فرماتے ہیں وعن بعضهم ابیحت وحرمت اربع مرات ولینظر هذا مع قول ان اول من حرم المتعة سیدنا عمر رضی اللہ عنہ صفحہ ۵۴

یعنی اس قول کو کہ متعہ کو حلال کیا پھر حرام کیا چار مرتبہ اس قول سے ملاؤ کہ عمر نے اسکو سب سے پہلے حرام کیا۔ جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ محض بہ پاسداری حضرت عمر یہ ترکیب کی گئی کہ خود رسول اللہ پر یہ افترا کیا گیا کہ آپ نے حلال کیا پھر حرام کیا پھر حلال کیا پھر حرام حالانکہ حضرت عمران بن حصین بصراحت تمام فرماتے ہیں کہ حضرت نے تو وقت وفات اسکو حرام نہیں کیا چنانچہ تفسیر کبیر سے منقول ہوا اور تفسیر نیشاپوری میں ہے صفحہ ۱ جلد ۵۔

واما عمران بن الحصین فانه قال نزلت اٰیة المتعة ولم ینزل بعدها اٰیة ینسخها وامرنا بها رسول اللّٰه وتمتعنا معه ولم ینهنا عنها ثم قال رجل برایه ماشاء یرید ان عمر نهی عنها۔

کہ عمران بن حصین کہتے تھے کہ قرآن میں آیہ متعہ نازل ہوا اور اوسکے بعد کوئی آیہ نہیں آیا

جو اوسکو منسوخ کرے اور رسول اللہ کی معیت مین ہمنے متعہ کیا پھر حضرت نے اوس سے منع نہیں کیا اوسکے بعد
ایک شخص (عمر) نے اپنی راے سے جو چاہا کہا جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ ناسخ متعہ عمر ہیں نہ خدا و
رسول اب جسکا مذہب قول عمر پر ہوگا وہ اسکا عقیدہ رکھیگا کہ متعہ حرام ہے حالانکہ معتقدان عمر بھی نہیں کہ سکتے
کیونکہ خود اونکی شہادت اسپر موجود ہے کہ متعہ عہد رسول مین جائز و مباح تھا تو اب کسکو یہ منصب حاصل ہے
کہ حلال رسول کو حرام کرے۔

یہان ایک خوب لطیفہ یاد پڑا جو امام راغب اصفہانی محاضرات مین لکھتے ہیں کما فی تشئید المطاعن ص ۱۱۲۵

قال یحیی بن اکثم لشیخ بالبصرۃ بمن اقتدیت فی جواز المتعۃ قال بعمر بن الخطاب فقال کیف ھذا و کان عمر اشد الناس فیھا قال لان الخبر الصحیح قد اتی انہ صعد المنبر فقال ان اللہ و رسولہ احلا لکم متعتین و انی احرمھما علیکم و اعاقب علیھا فقبلنا شھادتہ و لو نقبل تحریمہ

یحیی بن اکثم کہتے ہیں کہ ہمنے ایک شیخ بصرہ سے سوال کیا کہ تمنے متعہ کے جواز مین کسکی اقتدا کی کہا عمر بن خطاب کی یحیی نے پوچھا یہ کیونکر حالانکہ عمر سب سے زیادہ اس میں سخت تھے شیخ نے کہا خبر صحیح مین آیا ہے کہ عمر نے منبر پر جاکر کہا خدا و رسول نے تمہارے لیے دو متعہ حلال کیا تھا اور ہم دونوں کو حرام کرتے ہیں اور اوسکے کرنیوالے پر عقاب ہے لہذا ہمنے خلیفہ کی شہادت کو تو قبول کیا مگر اونکے حکم بحرمت کو نہیں مانا۔

پھر کیا وجہ ہے جو اڈیٹر اہلحدیث حضرت عمر کے شہادت کو نہیں مانتے جو کہتے ہیں یہ مذہب اہلسنت نہیں ہے حالانکہ یہی مذہب اہلسنت ہے۔

یہان ممکن ہے کہ اڈیٹر صاحب عمران بن حصین صحابی کے صحابیت سے منکر ہوں لہذا یہ راہ بھی مسدود کیجاتی ہے وہ اپنے اُستاد یا شاگرد مولوی عبد الغفور صاحب اڈیٹر انجم کا ترجمہ اسد الغابہ جلد ۴ ص ۱۸۱ ملاحظہ کریں (اسد الغابہ) عمران بن حصین بن عبید بن خلف بن عبد نہم بن حذیفہ بن جہمہ بن غاضرہ بن حبشیہ بن کعب بن عمرو خزاعی کعبی ہے اور یہ فتح خیبر کے سال اسلام لائے تھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ غزوات میں شریک رہا انکو حضرت عمر بن خطاب نے بصرہ بھیجا تھا تاکہ وہاں کے لوگوں کو علم دین سکھائیں اور عبد اللہ بن عامر نے انکو بصرہ کا قاضی بنایا تھا چنانچہ یہ چند روز وہاں رہے اوسکے بعد انھوں نے استعفا دیدیا محمد بن سیرین نے بیان کیا ہے کہ

ہمنے بصرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو نہیں دیکھا جو عمران بن حصین سے کسی کو افضل کہتا ہو یہ مجاب الدعوات تھے کسی فتنہ میں شریک نہیں ہوئے۔ عمران کہتے ہیں کہ ہمنے جب داغ دیا تو کچھ فائدہ نہ دیکھا جب یہ بیمار ہوئے تو فرشتے انکو سلام کرتے تھے مگر لوگوں نے انکے داغ دیدیا تو وہ سلام موقوف ہوگیا پھر چند روز کے بعد وہ جاری ہوگیا۔ ۵۲ھ میں بمقام بصرہ انھوں نے وفات پائی انکے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے انکی اولاد بصرہ میں تھی۔

کیا ان حالات کے بعد آپ کہہ سکتے ہیں کہ متعہ کے جواز کا فتوےٰ جو وہ دیتے تھے وہ غلط ہو سکتا ہے؟ کیا حضرت عمر کیلیے بھی کوئی ایسی روایت آئی ہے کہ فرشتے اونکو سلام کرتے ہوں؟

جواب شبہات مخاطب اب اسکے بعد اس کی ضرورت نہ تھی کہ اڈیٹر صاحب اہلحدیث کے تحریر کا جواب دیا جائے کیونکہ اصل اسی قدر تھا کہ جواز متعہ مذہب اہلسنت ہے یا نہیں جو بخوبی ثابت ہوا کہ مذہب اہلسنت سے جواز متعہ ثابت ہے تو اب آپ کا یہ کہنا کہ جناب شیخ ابو جعفر طوسی نے جواز متعہ کے دلائل میں اجماع کو مقدم کیا اور آیہ کو موخر جس سے معلوم ہوا کہ شیعہ کے نزدیک بھی آیہ موصوفہ ایسی صاف نہیں کہ اوسکو دلیل کے موقع پہ پہلے درجہ پر رکھیں حالانکہ آیۂ قرآنی کے ہونیکی حیثیت میں اوسکا حق تھا کہ وہ پہلے ہوتی مگر مصنف نے اوسے پیچھے رکھا کیونکہ اوس سے متعہ کا ثابت ہونا کار دارد۔ ص ۹ اہلحدیث۔

اس کے جواب میں بجز اسکے کیا کہا جائے کہ آپ تو مقلدین امام احمد بن حنبل ہیں جس سے اجماع کو باطل جانتے ہیں جیسا کہ اخبار مورخہ ۱۳/۲ جولائی میں آپ لکھتے ہیں امام احمد بن حنبل کو فرمایا من ادعی الاجماع فھو کاذب مدعی اجماع کاذب ہے لہذا جس قدر آپ لفظ اجماع سے ناراض ہوں مناسب ہے مگر یہ سمجھ رکھیے کہ اجماع کو وہ درجہ آپ کے یہاں دیا گیا ہے کہ اوسکی حد نہیں یہی وجہ ہے کہ شرح مقاصد میں ہے وقد ثبت نسخ اباحۃ المتعۃ متعۃ النسا بالاثار المشھورۃ اجماعا من الصحابۃ ص ۲۹۶ بحث خامس مقصد خامس۔

کہ منسوخیت متعہ ثابت ہے اجماع صحابہ سے جو اخبار مشہور میں وارد ہے پس چونکہ مخالفین کا استدلال اجماع سے تھا اسی لیے جناب شیخ نے بھی اجماع کو مقدم کیا کہ مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے اس امر پر کہ متعہ حضرت کے زمانہ میں مباح تھا اوسکے بعد قرآن کے آیہ کو لکھا کیونکہ اہلسنت بمقابلہ اجماع۔

نہ قرآن کو مانتے ہیں نہ حدیث کو

یہ استدلال اوسی قسم کا ہے جسطرح جناب امیرؓ نے اپنی حقیت خلافت پر کیا کہ مہاجرینؓ نے بذریعہ قرابت رسول انصار سے خلافت کو لیا تھا اوسی دلیل کو آپنے بھی پیش کیا کہ انصاف کرو حضرت کی قرابت قریبہ کسکو حاصل ہے حالانکہ سب جانتے ہیں کہ آپکا اصلی استدلال نص رسول سے تھا۔

جناب شیخ کا استدلال یہ تھا لان الاستمتاع اذا اطلق فی الشرع لایستفاد بہ الا النکاح المخصوص دون ما وضع فی اصل اللغۃ من الالتذاذ جسکا ترجمہ خود لکھتے ہیں کیونکہ استمتاع جبکہ شرع میں بولاجاتا ہے تو متعہ ہی مراد ہوتا ہے نہ اصلی اور لغوی معنی یعنی لذت حاصل کرنا،،

اس کے جواب میں لکھتے ہیں لغت میں اسکے معنی تلذذ یعنی لذت حاصل کرنیکے ہیں قرآن شریف میں یہ لفظ چھ جگہ آیا ہے قال اولیاؤھم من الانس ربنا استمتع بعضنا ببعض + فاستمتعوا بخلاقکم کما استمتع الذین من قبلکم بخلاقھم ان آیات کو لکھکر لکھتے ہیں اگر ہم فاضل مصنف کا دعوی مان لیں تو ہمیں کہنا پڑیگا کہ ان سب مقامات میں شیعوں کا ذکر ہے جو قیامت کو کہینگے کہ ہمنے آپس میں ایک دوسرے کیساتھ متعہ کیا حالانکہ کوئی شخص بھی جو قرآن مجید کے مقامات مذکورہ کو دیکھے یہ لفظ زبان پر نہیں لاسکتا پس اتنے مقامات میں استمتاع کا لفظ جس معنی میں آیا ہے متنازعہ مقامات کے لیئے یہ بظاہر کافی ہیں علاوہ اسکے خود فاضل مصنف کا اقرار ہے کہ لغت میں اسکے معنی لذت پانے کی ہیں پس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ جس مال کی ذریعہ سے تم نے عورتوں کے ساتھ فوائد زن وشوئی حاصل کیئے ہیں وہ مال بصورت مہر انکو دیدیا کرو۔ اس کو متعہ سے کیا تعلق،، صہ کالم ٢۔

الجواب ہمکو افسوس ہے کہ جو طریقہ مناظرہ مرزائی جماعت ہے آپ بھی اوسی روش پر چل رہے ہیں حالانکہ وہکا استدلال جو کچھ ہے قول مرزا سے اور ہمارا آپکا استدلال قرآن و حدیث سے ہے پھر آپ کیوں اوس سے علحدہ ہوتے ہیں جو اسطرح کی ٹھوکر کھاتے ہیں۔

جناب شیخ کا استدلال یہ ہے کہ جسطرح الفاظ صلوۃ صوم نکاح منقولات شرعی ہیں کہ معنی لغوی سے نکلکر دوسرے معنی میں آگئے اوسی طرح لفظ متعہ ہے کہ اگرچہ معنی اسکے لذت اوٹھانیکے ہیں مگر منقول شرعی نکاح خاص میں ہوگیا تو اب قرآن میں جو فاستمتعتم آیا ہے اوس سے

مراد متعہ نکاح خاص ہی نہ معنی لغوی لذت گرفتن اسی لیے جناب شیخ نے اذا اطلق فی الشرع فرمایا کہ جب احکام شرع میں اسکا ذکر آتا ہے تو اوس سے یہی معنی مراد ہوتا ہے انہوں نے اون آیات کو یہاں لکھ دیا جن سے احکام شرع کا تعلق نہیں کیونکہ وہ سب وعدہ عذاب ہے کفار کیلئے بروز قیامت جسکا آپنے بھی اقرار کیا جو شخص قرآن کے مقامات مذکورہ دیکھیگا اسکو زبان پر نہیں لاسکتا پھر اون آیات کے ذکر سے آپکو کیا فائدہ ہوا کیا آپ کہ سکتے ہیں فما استمتعتم میں بھی صحابہ اوسی طرح مخاطب ہیں جسطرح آیہ فاستمتعوا بخلاقکم میں کفار مخاطب ہیں بروز قیامت۔

دیکھئے جناب شیخ کے قول کی تصدیق روایات صحیح مسلم و صحاح ستہ سے ظاہر ہے استمتعنا علی عہد رسول اللہ صلعم کنا نستمتع بالقبضۃ استمتعنا علی عہد رسول اللہ واخص بها ان یستمتع احدنا بالمرءۃ استمتع ابن حریث وابن فلان کلاهما ان سب مقامات میں مشتقات استمتاع کا ذکر ہوا ہے اور اون سب میں مراد یہی متعہ ہے ایسے ہی احادیث پر نظر کرکے جناب شیخ نے فرمایا لفظ استمتاع کا اطلاق جب شرع میں ہوا ہے تو اوس سے مراد یہی متعہ لیا گیا ہے

لکھتے ہیں " اسکو متعہ سے کیا تعلق ہے " لہذا ہمکو ضرور ہوا کہ اس آیہ کا تعلق متعہ سے آپ کو روایات سے دکھائیں کیونکہ آپ اہلحدیث ہیں قرآن و حدیث سے علحدہ نہیں ہوسکتے لہذا حسب ذیل تصریحات کو ملاحظہ فرمایئے جس سے معلوم ہوا اس آیہ کو متعہ سے کسقدر تعلق ہے۔

(ا) تفسیر طبری میں ہے جو سب سے مقدم تفسیر اہلسنت ہے ص۹ ج ۵۔

(الف) عن مجاهد فما استمتعتم به منهن قال نكاح المتعة (ب) قال اعطا ابن عباس مصحفا فقال هذا على قراءة ابی بن کعب قال ابوبکر قال یحیی فرايت المصحف عند نصير فيه فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى (ج) سالت ابن عباس عن متعة النساء قال اما تقرء سورة النساء قال قلت بلى قال فما تقرء فيها فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى قال لا لو قرءتها هكذا ما سالتك قال فانها كذا۔

(د) سالت ابن عباس عن المتعة فذكر نحوه۔

(ﮦ) عن ابی نضرہ قال قرءت هذه الآية على ابن عباس فما استمتعتم به منهن قال ابن عباس الى اجل مسمى قال قلت ما اقرءها كذلك قال والله لانزلها الله كذلك

ثلث مرات

(ق) عن عمر ان ابن عباس قرء فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی

(ش) عن ابن اسحق عن ابن عباس بنحوه

(ح) عن قتادہ قال فی قراءۃ ابی بن کعب فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی

(ط) شعبه عن الحکم قال سالته عن هذه الایه والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم الی هذا الموضع فما استمتعتم به منهن أ منسوخة هی قال لا قال الحکم وقال علی رضی لولا ان عمر نهی عن المتعة ما زنی الا شقی۔

(ی) سمع سعید بن جبیر یقرء فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی فاتوهن اجورهن۔

یہ دس حدیثیں تو صرف امام المفسرین محمد بن جریر طبری کی ہیں جو آپکو بتا رہی ہیں کہ اس آیہ کو متعہ سے کیسا تعلق ہے حضرت ابن عباس۔ جناب امیر۔ قتادہ۔ سعید بن جبیر حکم سبکی قرارت بہ اضافہ الی اجل مسمی تھی کہ جامعین قرآن نے نکال ڈالا اور جناب امیر فرماتے ہیں اگر متعہ سے عمر منع کرتے تو بجز شقی کوئی زنا نہ کرتا جس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں جسقدر زنا ہو رہا ہے اوس کا ثواب روح حضرت عمر کو مل رہا ہے حضرت ابن عباس نے صاف صاف کہدیا حکم متعہ اس آیہ میں ہے۔

(۲) تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۲۱۹ میں ہے

وکان ابن عباس یذهب الی ان الایه محکمة ویرخص فی نکاح المتعة روی عن ابی نضرہ قال سالت ابن عباس عن المتعة فقال اما تقرء فی سورۃ النسا فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی قیل لا اقرءها هکذا قال ابن عباس هکذا انزل الله ثلث مرات

حضرت ابن عباس کہتے تھے یہ آیہ منسوخ نہیں ہے اور متعہ کی اجازت دیتے تھے ابی نضرہ نے متعہ کو پوچھا تو ابن عباس نے کہا سورۂ نسا میں فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی نہیں پڑھتے کہا ہم اسطرح نہیں پڑھتے تین مرتبہ کہا اسی طرح خدا نے نازل کیا۔ کہیئے اب بھی اس آیہ کا تعلق متعہ سے ثابت ہوا یا نہیں۔

(۳) تفسیر ابن کثیر میں ہے جو اس زمانہ کی علما المحدثین کے نزدیک سب سے زیادہ مستند تفسیر ہے صفحہ ۵ ج ۳۔

وقد استدل بعموم هذه الایه علی نکاح المتعة ولا شک انه کان مشروعا فی ابتداء الاسلام

ثم نسخ بعد ذلک وذهب الشافعی وطائفة من العلماء الی انه ابیح ثم نسخ ثم ابیح ثم نسخ مرتین وقال آخرون اکثر من ذلک وقال آخرون انما ابیح مرة ثم نسخ ولم یبح بعد ذلک وقد روی عن ابن عباس وطائفة من الصحابة القول باباحتها للضرورة وهو روایة عن الامام احمد وکان ابن عباس وابی بن کعب وسعید بن جبیر والسدی یقرؤن فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی فاتوهن اجورهن فریضة وقال مجاهد نزلت فی نکاح المتعة۔

یعنی اس آیہ کے عموم سے استدلال کیا گیا ہے نکاح متعہ پر اور بیشک وہ ابتدائے اسلام میں جائز تھا پھر منسوخ ہوا پھر جائز ہوا پھر منسوخ ہوا یہ قول شافعی ہے کہ چار مرتبہ ہوا اور دوسرے زیادہ کے قائل ہیں اور بعض کہتے ہیں ایک ہی دفعہ منسوخ ہوا ابن عباس اور ایک طائفہ صحابہ سے اوسکو مباح جانتے ہیں بوقت ضرورت یہی روایت امام احمد بھی ہے۔ اور ابن عباس ابی ابن کعب سعید بن جبیر سدی الی اجل مسمی کے ساتھ اس آیہ کو پڑھتے اور مجاہد کا قول ہے کہ دربارہ متعہ نازل ہوا۔

(۱۴) تفسیر فتح البیان نواب صدیق حسن خان ص ۲۱۷ جلد ۲

وقال الجمهور ان المراد بهذه الآیة نکاح المتعة الذی کان فی صدر الاسلام حیث کان الرجل ینکح المرءة وقتا معلوما لیلة او لیلتین او اسبوعا بثوب او غیره ویقضی منها وطره ثم یسرحها ویدل ذلک قراءة ابی بن کعب وابن عباس وسعید بن جبیر فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی + والاحادیث فی تحلیل المتعة ثم تحریمها وهل کان نسخها مرة او مرتین مذکورة فی کتب الحدیث وقد روی عن ابن عباس انه قال بجواز المتعة وانها باقیة لم تنسخ + وقال ابن العربی واما متعة النساء فهی من غرائب الشریعة لانها ابیحت فی صدر الاسلام ثم حرمت یوم خیبر ثم ابیحت فی غزوة اوطاس ثم حرمت بعد ذالک واستقر الامر علی التحریم۔

یعنی جمہور مفسرین کا بیان ہے کہ مراد اوس سے نکاح متعہ ہے جو صدر اسلام میں جاری تھا کہ ایک رات یا دو رات کیلئے متعہ کر لیا جاتا جسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت ابی بن کعب۔ ابن عباس

سعید بن جبیر اسطرح اس آیہ کی تلاوت کرتے فما استمتعتم بہ منھن الی اجل مسمی (اب قرآن میں الی اجل مسمی نہیں ہے) اور حدیثیں جو متعہ کے تحلیل وتحریم میں وارد ہیں اور یہ کہ ایک مرتبہ منسخ ہوا یا دو مرتبہ سب کتب احادیث میں مذکور ہیں + اور ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ متعہ جائز ہے اور یہ آیہ منسوخ نہیں ہوا + ابن عربی کہتے ہیں کہ متعہ نسا غرائب شریعت سے ہے کیونکہ صدر اسلام میں مباح تھا۔ پھر حرام ہوا بروز خیبر پھر غزوہ اوطاس میں مباح کیا گیا پھر اوسکے بعد حرام کیا گیا اور وہ حرمت آج تک مستقر ہے۔

اب اڈیٹر صاحب غور فرمائیں کہ اس آیہ کو متعہ تعلق ہے یا نہیں کیونکہ جمہور محدثین ومفسرین کا یہی بیان ہے اور بقول ابی بن کعب وابن عباس وسعید بن جبیر یہ آیہ اسی طرح نازل ہوا کہ آخر میں الی اجل مسمی بھی تھا جو وقت جمع وتالیف قرآن نکالدیا گیا۔

(۵) عبارت تفسیر کبیر سابقا مرقوم ہو چکی ہے کہ حضرت عمران بن حصین صحابی کہتے تھے کہ قرآن میں آیہ متعہ نازل ہوا اور ہم لوگوں نے بحکم رسول متعہ کیا اور کبھی منع نہ فرمایا یہانتک کہ ایک شخص نے اپنے رائے سے جو چاہا کیا۔

(۶) تفسیر نیشاپوری سے بھی قول مرقوم ہو چکا ہے۔

(۷) تفسیر در منثور سیوطی جلد ۲ ص ۱۳۹ لغایت ۱۴۱ تک صدہا حدیثیں اسکے متعلق مذکور ہیں جو سابق میں تفسیر ابن جریر طبری سے مذکور ہو چکیں بخوف طوالت ان سب کا ذکر نہیں کیا جاتا صرف دو تین روایتیں لکھی جاتی ہیں

(ا) قال ابن عباس فما استمتعتم بہ منھن الی اجل مسمی فقال ما نقرؤھا کذلک فقال ابن عباس واللہ لانزلھا اللہ کذلک

(ب) عن الحکم انہ سئل عن ھذہ الایہ امنسوخۃ قال لا وقال علی لولا ان عمر نھی عن المتعۃ ما زنا الا شقی۔

(ج) ان خولہ بنت حکیم دخلت علی عمر بن الخطاب فقالت ان ربیعۃ ابن امیہ استمتع بامرءۃ فخرج عمر بن الخطاب یجر رداءہ فزعا فقال ھذہ المتعۃ ولو کنت تقدمت فیھا لرجمت۔

(۷) من طریق عطا عن ابن عباس قال یرحم اللہ عمر ما کانت المتعۃ الا رحمۃ من اللہ رحم بہا امۃ محمد ولولا نہیہ عنہا ما احتاج الی الزنا الا شقی قال وہی التی فی سورۃ النسا فما استمتعتم بہ منہن الی کذا وکذا من الاجل علی کذا وکذا

(۱) یعنی حضرت ابن عباس اس آیہ کو اسطرح پڑھتے تھے فما استمتعتم بہ منہن الی اجل مسمی راوی نے کہا ہملوگ تو اسطرح نہیں پڑھتے ابن عباس نے کہا قسم خدا کی خدا نے اسیطرح نازل کیا۔

(۲) حکم سے کسینے پوچھا کہ یہ آیہ منسوخ ہی کہا نہیں۔

(۳) حضرت علی نے فرمایا اگر متعہ کو عمر نہ حرام کرتے تو پھر بجز شقی کوئی زنانہ کرتا۔

(۴) خولہ بنت حکیم نے عمر سے کہا کہ ربیعہ بن امیہ نے متعہ کیا ہی جس سے وہ عورت حاملہ ہوئی عمر ردا کھینچے باہر نکلے اور کہا اب اگر تو نے متعہ کیا تو میں سنگسار کرونگا اس سے عدم جواز متعہ بعد عمر ثابت ہوا۔

(۵) عطا حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ خدا رحم کرے عمر پر کہ متعہ ایک رحمت تھا خدا کے طرف سے جس سے اوسنے رحم کیا امت محمد پر اگر عمر اس سے منع نہ کرتے تو زنا کیطرف صرف وہی شخص محتاج ہوتا جو شقی ہوتا اور یہ متعہ وہی ہے جو سورہ نسا میں مذکور ہی کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک متعہ کیا۔

(۸) تفسیر خازن میں ہے۔ صـ۳۴۳ جلد اول

قال قوم المراد من حکم الایۃ ہو نکاح المتعۃ وہو ان ینکح امرءۃ الی مدۃ معلومۃ بشیٔ معلوم فاذا انقضت تلک المدۃ بانت منہ بغیر طلاق وتستبری رحمہا ولیس بینہما میراث وکانت ہذا فی ابتداء الاسلام ثم نہی رسول اللہ عن المتعۃ فحرمہا۔

یعنی ایک قوم اسکی قائل ہی کہ مراد اس سے نکاح متعہ ہی جو ایک مدت کیلیے شیٔ معلوم پر ہوتا ہے ابتدائے اسلام میں جاری تھا پھر رسول اللہ نے آخر میں منع کیا اور وہ حرام ہوا۔

(۹) تفسیر کشاف میں ہے صـ۳۶۶ جلد اول

وقیل نزلت فی المتعۃ التی کانت ثلثۃ ایام حین فتح اللہ مکۃ علی رسولہ ثم نسخت کان الرجل ینکح المرءۃ وقتا معلوما لیلۃ او لیلتین او اسبوعا او غیر ذلک ویقضی منہا وطرہ ثم یسرحہا سمیت متعۃ لاستمتاعہ بہا او لتمتعہ لہا بما یعطیہا وعن عمر لا اوتی برجل تزوج

امرٔۃ الی اجل مسمی الا رجمتہا۔
یعنی یہ آیہ اوس متعہ کے بارے میں نازل ہوا جو فتح مکہ میں حلال کیا گیا تھا پھر منسوخ کیا گیا مرد کسی عورت سے ایک روز یا دو روز یا ایک ہفتہ کیلیئے متعہ کرتا تھا پھر چھوڑ دیتا تھا متعہ اسوجہ سے کہتے ہیں کہ مرد اوس سے لذت پاتا ہے یا عورت اوسکے مال سے فائدہ اوٹھاتی ہے عمر نے کہا جو شخص کسی عورت سے متعہ کریگا کسی خاص زمانہ کیلیئے تو ہم اوسکو سنگسار کرینگے۔
تو کیا اب بھی اڈیٹر صاحب یہی فرمائینگے "اس کو متعہ سے کیا تعلق ہے" کیونکہ دنیا میں جتنی تفسیریں اہلسنت کی موجود ہیں وہ تو یہی پکار کر کہہ رہی ہیں۔
(۱) اس آیہ کا نام ہی آیہ متعہ ہے۔
(۲) اس میں صرف متعہ کا بیان ہے۔
(۳) قرآن میں اسکے ساتھ الی اجل مسمی بھی تھا جو نکال دیا گیا۔
(۴) اگر متعہ کو حرام نہ کرتے تو پھر زنا کا وجود ہی دنیا میں نہوتا مگر یہ کہ کوئی انتہا درجہ کا شقی ہوتا
(۵) متعہ منجانب خدا رحمت تھا جس سے عمر نے سارے مسلمانوں کو محروم کیا۔
اس سے بڑھکر آپ کون ثبوت اسکا چاہتے ہیں کہ متعہ منجانب اللہ والرسول حلال تھا عمر نے حرام کیا۔ رہا آپکا یہ کہنا "پس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ جس مال کو ذریعہ سے تمنے عورتوں کے ساتھ فوائد زن و شوئی حاصل کیئے ہیں وہ مال بصورت مہر اونکو دیدیا کرو اسکو متعہ متعلق سے کیا تعلق"
تو بیشک جن لوگوں نے احکام خدا و رسول سے انحراف کیا ہے اونھوں نے یہی معنی بتائی ہیں کیونکہ آیہ سے تو انکار کر نہیں سکتے لہذا تاویل و تحریف کی ضرورت پڑی مگر یہ تحریف ایسی تھی کہ خود نواب صدیق حسن خانصاحب لکھتے ہیں
حتی اختلف اہل العلم فی معنی الآیہ فقال الحسن و مجاہد و غیرہما المعنی فما استمتعم و تلذذتم بالجماع من النساء بالنکاح الشرعی و علی ہذا فالآیہ دالہ فی النکاح الصحیح و ان الزوج متی وطیہا ولو مرۃ وجب علیہ مہرہا المسمی او مہر المثل ولکن یرد علی ہذا انہا تتکرر مع قولہ سابقا و اتوا النساء صدقاتہن و قال الجمہور ان المراد بہذہ الآیہ نکاح المتعۃ کا ۲۱
یعنی اہل علم نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ مراد اس سے کیا ہے حسن مجاہد وغیرہ قائل ہیں کہ عورتوں سے

جب فائدہ حاصل کرو اگرچہ ایک ہی مرتبہ جماع کرو تو انکا مہر مقرر دیدو مگر اسپر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ حکم مکرر ہو جاتا ہے حالانکہ خدا اسکے پہلے کہہ چکا ہے کہ عورتوں کو انکا مہر دیدو اور جمہور کا قول یہ ہے کہ مراد اس سے نکاح متعہ ہے جو صدر اسلام میں جاری تھا۔

جس سے ظاہر ہوا کہ جو معنی اڈیٹر صاحب نے بتائے ہیں وہ غلط ہیں کیونکہ اس میں تکرار بیکار لازم آتا ہے پھر فرمایئے آپکی بتائے ہوئے معنی نے کیا لطف پیدا کیا کیونکہ یہ تو تحصیل حاصل ہوا کہ جو حکم خدا پہلے دے چکا ہے وہی حکم پھر دے رہا ہے اسلیئے جمہور نے یہی رائے اختیار کی کہ مراد اس سے متعہ ہے نہ نکاح اور نکاح کے قائل صرف دو آدمی نکلے ایک مجاہد اور دوسرے حسن اور ظاہر ہے کہ قول شاذ بہ نسبت قول جمہور مرجوح ہے۔

دوسری دلیل اسکے بطلان کی یہ ہے کہ بہت سے علما اہلسنت اسکے قائل ہیں کہ یہ آیہ منسوخ ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ پھر مہر دینا یا وصف مجامعت بھی ضروری نہو کیونکہ آیہ منسوخ ہے

اب آیئے ناسخین متعہ کا نام سنیئے وفی لفظ لمسلم ان ذلک کان فی حجۃ الوداع فہذا ہو الناسخ وقال سعید بن جبیر نسختہا آیۃ المیراث اذ المتعۃ لا میراث فیہا وقالت عائشہ والقاسم بن محمد تحریمہا ونسخہا فی القرآن وذلک فی قولہ تعالیٰ والذین ہم لفروجہم حافظون الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فان من شان الزوجیۃ ان ترث ویرث ولیست المستمتع بہا کذلک ص ۲۱۲ فتح البیان جلد ۲۔

یعنی صحیح مسلم میں تو یہ ہے کہ حضرت نے جو حکم حرمت متعہ دیا بروز فتح مکہ وہی ناسخ ہے یعنی حدیث رسول ناسخ قرآن ہے اور سعید ابن جبیر کہتے ہیں کہ آیہ میراث ناسخ ہے کیونکہ متعہ میں میراث نہیں ہوتا عائشہ اور قاسم ابن محمد کہتے ہیں کہ متعہ کا منسوخ اور حرام ہونا قرآن میں مذکور ہے والذین ہم لفروجہم حافظون کیونکہ عورت ممتوعہ نہ زن منکوحہ ہے نہ لونڈی کیونکہ شان زوجیت یہ ہے کہ وہ وارث ہو اور میراث دے اور عورت ممتوعہ ایسی نہیں ہے لہذا وہ آیہ منسوخ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک آیہ کا تین ناسخ ہے ایک تو حدیث رسول۔ دوسرے آیہ میراث تیسرے والذین ہم لفروجہم حافظون جسکے یہ مطلب ہوئے کہ عورتوں کو پورا مہر دینا کسیطرح درست نہیں کیونکہ آیہ کا مطلب یہی بیان کیا گیا تھا کہ بعد مجامعت پورا مہر دینا واجب ہے اور وہ آیہ

تین طرح سے منسوخ پھر کیونکر عورتیں مہر پا سکتی ہیں حالانکہ حکم ادائے مہر بھی تین تین آیتوں میں مذکور ہے دیکھو تاخذونہ وقد افضی بعضکم الی بعض اور واتوا النساء صدقاتهن نحلہ اور لا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموهن شیئاً تو یہ سب آیتیں منسوخ ماننی پڑینگی کیونکہ بقول ڈاکٹر صاحب جو حکم ان آیات میں ہے وہی حکم اس آیہ متعہ میں بھی ہے اور وہ منسوخ ہے۔

دیکھیے حمایت حضرت عمر آپکو کن کن مصائب میں مبتلا کرتی ہے کیونکہ محض اونہیں کی خاطر داری میں یہ سب افترا کیا جارہا ہے کہ آیہ متعہ منسوخ ہے حالانکہ حضرت عمر اور ابن عباس وغیرہ کا بیان مذکور ہو چکا کہ یہ آیہ منسوخ نہیں ہے۔

قولہ فاضل مصنف کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اجور کا لفظ جو یہاں آیا ہے اس سے مراد متعہ کا بدل ہے نکاح کا مہر نہیں کیونکہ مہر کیلیئے اجر یا اجور کا لفظ نہیں آیا پس اگر ہم قرآن مجید میں بلکہ قرآن مجید کی اوسی آیت زیر بحث میں دکھادیں کہ اجر یا بصورت جمع اجور کا لفظ مہر نکاح کیلیئے بھی آیا ہے تو ہمارا دعویٰ ثابت اور اونکا باطل اور اگر ثابت نہ کرسکیں تو ہمارا باطل اور انکا ثابت بس غور سے سنیئے خدا فرماتا ہے۔

فمن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المومنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم واللہ اعلم بایمانکم بعضکم فانکحوهن باذن اهلهن واتوهن اجورهن بالمعروف ش ح ا

"جو کوئی تم میں سے آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتی ہو وہ تمہاری ایماندار لونڈیوں سے نکاح کرلیں پس تم (اے مسلمانو) ان باندیوں کی مالکوں کی اجازت سے اونکے ساتھ نکاح کرلیا کرو اور اونکی اجور (مہر) اونکو دیا کرو"

یہ آیت نکاح ہی کے متعلق نازل ہے اور اوسی کا اوس میں ذکر ہے اول ان ینکح کی صورت میں دوم فانکحوا کی شکل میں باوجود اس کے ان منکوحہ عورتوں کے مہروں کو اجورهن کے لفظ سے بیان فرمایا پھر فاضل مصنف تہذیب کا دعویٰ کہ اجور کا لفظ خاص متعہ کے اجر کا نام ہے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

اقول افسوس کہ اس زمانہ میں مجادلہ و مکابرہ کا ایسا رواج ہو گیا ہے کہ بدیہیات کو چھوڑ کر

متشابہات کو اپنے دلیل قرار دیتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے اس سے حق نہیں مٹ سکتا ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ نے منجملہ دلائل کے اسکو بھی لکھا کہ اس آیہ متعہ میں فآتوھن اجورھن آیا ہے اور اسکا اطلاق شرعاً مہر متعہ پر ہوتا ہے اب اگر یہ دلیل ناتمام ہو تو اصل مطلب کہ یہ آیہ متعہ کے بارے میں نازل ہوا کیونکر ناتمام رہیگا کیونکہ اور سکے تو صدہا دلائل ہیں جس میں سے کچھ حصہ مذکور ہوا۔

اب آیئے اسکو دیکھیے کہ اجورھن کے کیا معنی ہیں تفسیر کبیر میں ہے وانما سمی المھر اجراً لانہ بدل المنافع ولیس ببدل من الاعیان کما سمی بدل منافع الدار والدابہ اجراً ص ۲۸۶

یعنی مہر کو اجر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ بدل نفع ہے نہ بدل عین جیسا منافع دابہ و دار کو اجر کہتے ہیں انتہے تو چونکہ اجر نام ہے بدل نفع کا لہٰذا مہر متعہ ہی زیادہ مستحق ہے اس لفظ کیلیے کیونکہ یہ عوض ہے اوس نفع کا جو متعہ سے حاصل ہوتا ہے بخلاف نکاح کہ اوس میں مہر بعوض انتفاع و تلذذ نہیں ہوتا بلکہ بعوض عقد نکاح ہے خواہ انتفاع ہو یا نہو اسلیے وہاں لفظ مہر کا زیادہ استعمال ہوتا ہے

مہر کے بارے میں تین لفظ مستعمل ہے ایک مہر دوسرے صدقہ تیسرے اجر۔ قرآن میں آزاد عورتوں کے نکاح کیلیے صدقہ کا لفظ مستعمل ہوتا ہے واتوا النساء صدقاتھن نحلۃ تفسیر کبیر میں ہے قال صاحب الکشاف صدقاتھن مھورھن ص ۲۰۷ مراد صدقہ سے عورتوں کا مہر ہے۔

رہا آپکا استدلال آیہ فمن لم یستطع سے تو افسوس آپکو یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ حکم لونڈیوں سے نکاح کے متعلق ہے کہ اونسے جو نکاح کرو تو اونکو اجر اونکا دیدو اسکا قیاس حکم نکاح دوامی اصرار پر کیونکر ہوسکتا ہے علامہ کے مطلب کو تفسیر مجمع البیان میں توضیح سے بیان کردیا ہے ویدل علی ذلک ان اللہ علق وجوب اعطاء المھر بالاستمتاع وذلک یقتضی ان یکون معناہ ھذا العقد المخصوص دون الجماع والاستلذاذ لان المھر لا یجب الا بہ ص ۲۸۴

یعنی خدا کا حکم کہ مہر دیدو متعہ کرنے پر اسکی دلیل ہے کہ مراد اس سے متعہ ہو نہ جماع و استلذاذ کیونکہ نہیں واجب ہوتا ہے مگر اوسی صورت میں تو اب معلوم ہوا کہ اصل استدلال یہی ہے کہ وجوب مہر کا حکم استمتاع پر دلیل متعہ ہے کیونکہ نکاح میں مہر جماع کے بعد نہیں واجب ہوتا بلکہ بمجرد نکاح واجب ہوجاتا ہے خواہ نصف ہو یا کل۔

یہی وجہ ہے کہ ابو حنیفہ اور شافعی میں اختلاف پیدا ہوا کہ شافعی اسی آیہ سے اسپر استدلال کرتے ہیں کہ

خلوۃ صحیحہ موجب تقرر مہر نہیں اور ابو حنیفہ قائل ہیں کہ خلوۃ صحیحہ موجب تقرر مہر ہی اور دونوں کا استدلال اسی آیت سے ہے ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ص۲۸۶ تا ص۲۸۶

اگر استمتاع سے معنی لغوی نہ مراد لیتے تو اسکی نوبت نہ آتی کیونکہ خدا نے متعہ اور نکاح کے احکام کو علحدہ علحدہ بیان کیا ہی متعہ میں فرمایا فاتوھن اجورھن فریضۃ کہ اونکا اجورہ دینا فریضہ ہی خدا کیطرف سے بخلاف نکاح کے۔

واتوا النساء صدقاتھن نحلۃ کہ عورتوں کو اونکا مہر دیدو براہ بخشش۔

جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اگر دونوں آیہ نکاح کے متعلق ہو تو اختلاف عظیم لازم آتا ہی ایک جگہ تو مہر کو دینیکو نحلہ عطیہ ہبہ۔ فرماتا ہی دوسرے مقام پر اوسکو فریضہ لہذا معلوم ہوا کہ یہ دو حکم ہے علحدہ علحدہ ایک نکاح کا جس میں مہر دینا بطور عطیہ ہی دوسرا متعہ جسمیں اجورہ دینا فریضہ ہی۔

پھر نکاح کے عطیہ ہونیکی توجیہ یہ کی گئی ہی تفسیر کبیر میں ہی انہ عطیۃ من الزوج وذلک لان الزوج لا یملک بدلہ شیئا لان البضع فی ملک المرءۃ بعد النکاح کھو قبلہ فالزوج اعطاھا المھر ولم یاخذ منھا عوضا یملکہ فکان فی معنی النحلۃ التی لیس بھا زائھا بدل وانما الذی یستحقہ الزوج منھا بعقد النکاح ھو الاستباحۃ لا الملک وقال اٰخرون ان اللہ تعالیٰ جعل منافع النکاح من قضاء الشھوۃ والتوالد مشترکا بین الزوجین ثم امر الزوج بان یوتی الزوجۃ المھر فکان ذلک عطیۃ من اللہ ابتداء ص۲۰۷

مہر کو عطیہ زوج اسوجہ سے کہا کہ وہ اسکے بدلہ میں کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا کیونکہ عورت اپنے عضو کی جیسے پہلے مالک تھی ویسی ہی اب بھی ہی پس شوہر نے جو مہر دیا اوسکے بدلہ میں کچھ نہ لیا جسکا وہ مالک ہو لہذا یہ نحلہ ہوا جسکے بدلہ کا وہ مالک نہیں ہے کیونکہ اگر شوہر کو بعد عقد کچھ حق ملتا ہی تو وہ صرف اباحت ہی نہ ملک اور دوسرے مفسرین کا قول ہی کہ خدا نے قضاء شہوت اور توالد کو مشترک قرار دیا ہے درمیان زوج اور زوجہ کے پھر شوہر کو حکم دیا کہ مہر دیدو تو یہ عطیہ ہی خدا کیطرف سے ابتداءً۔

اور متعہ کے بارے میں لکھتے ہیں الثانی ان المذکور فی الآیۃ انما ھو مجرد الابتغاء بالمال ثم انہ تعالیٰ امرھم باعطائھن اجورھن بعد الاستمتاع بھن

دوسرے اس آیہ میں صرف اسقدر مذکور ہے کہ مال سے اونکو حاصل کرو اور بعد متعہ اون کو مہر دے دو اور یہ اسکی دلیل ہے کہ مجرد ابتغاء

وذلک یدل علی ان مجرد الابتغاء بالمال یجوز بالمال اونکی وطی جائز ہے اور یہ صرف متعہ
الوطئ ومجرد الابتغاء بالمال لایکون الافی نکاح میں ہوتا ہے نہ نکاح میں کیونکہ نکاح میں تو بات
المتعۃ فاما فی النکاح المطلق فہناک الحل انما عقد سے حاصل ہوتی ہے اور ولی اور شہود سے
یحصل بالعقد ومع الولی والشہود ومجرد الابتغا مجرد ابتغا بالمال سے نہیں حلال ہوتی لہذا
بالمال لایفید الحل فدل ہذا علی ان ہذہ الایۃ معلوم ہوا کہ یہ آیہ مخصوص ہے متعہ سے۔
مخصوصۃ بالمتعۃ (الثالث) ان فی ہذہ الایۃ (تیسرے) یہ کہ اس آیہ میں دیا اجر بمجرد استمتاع
اوجب ایتاء الاجور بمجرد الاستمتاع والاستمتاع واجب ہے اور استمتاع عبارت ہے تلذذ و انتفاع سے
عبارۃ عن التلذذ والانتفاع فامافی النکاح بخلاف نکاح کے کہ اوس میں مہر کا دینا استمتاع
فایتاء الاجور لایجب علی الاستمتاع البتۃ بل پر نہیں واجب ہوتا بلکہ بمجرد نکاح واجب ہوتا ہے
علی النکاح الاتری ان مجرد النکاح یلزم نصف کیا نہیں دیکھتے کہ بمجرد نکاح نصف مہر واجب
المہر فظاہر ان النکاح لایسمی استمتاعاً ہو جاتا ہے تو ظاہر ہوا کہ نکاح استمتاع نہیں ہے
لانا بینا ان الاستمتاع ہو التلذذ ومجرد النکاح کیونکہ استمتاع کے معنی تلذذ کے ہیں اور بمجرد نکاح
لیس کذلک (الرابع) انا لوحملنا ہذہ الایۃ ایسا نہیں ہے۔ (چوتھے) یہ کہ اگر اس آیہ کو
علی حکم النکاح لزم تکرار بیان حکم النکاح فی السورۃ بھی ہم نکاح پر حمل کریں تو لازم آتا ہے کہ ایک
الواحدۃ لانہ تعالیٰ قال فی اول ہذہ السورۃ سورہ میں حکم نکاح مکرر ہو کیونکہ ابتدائے سورہ
فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع میں فانکحوا ماطاب لکم فرمایا پھر واٰتوا النساء
ثم قال واٰتوا النساء صدقاتہن نحلۃ امالو حملنا صدقاتہن فرمایا اور اگر اس آیہ کو متعہ پر
ہذہ الایۃ علی بیان نکاح المتعۃ کان ہذا حکما حمل کریں تو یہ تکرار نہ لازم آئیگی لہذا یہی اولیٰ
جدیدا فکان حمل الایۃ علیہ اولیٰ واللہ اعلم ہے کہ مراد اس سے متعہ ہے۔

غرض خداوند عالم نے لفظی حیثیت سے تو کوئی دقیقہ اپنے توضیح مطلب کا اوٹھا نہ رکھا کہ ہر شخص کو
معلوم ہو کہ یہ آیہ متعہ کی بابت ہے مگر پیروان حضرت عمر نے بدالت خود سب کو خاک میں ملا دیا۔
دیکھیے خداوند عالم صرف انہیں تقرر تقویض پر نہیں اکتفا فرماتا بلکہ فرماتا ہے ولاجناح علیکم فیما تراضیتم
بہ من بعد الفریضۃ ان اللہ کان علیما حکیما یعنی اسکے بعد اگر تم لوگ راضی ہو جاؤ یا خود ہاتو

کوئی حرج مترتب نہیں ہے کہ خدا علیم و حکیم ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے قالوا المراد من هذه الآية انه اذا انقضی وقت المتعة لم يبق للرجل علی المرءة سبيل فان قال لها زيديني فی الايام وازيدك فی الاجرة كانت المرءة بالخيار ان شاءت فعلت وان شاءت لم تفعل فهذا هو المراد قوله ولا جناح عليكم ص ۲۹۱

یعنی مراد اس آیہ سے یہ ہے کہ جب مدت متعہ ختم ہو جاتی ہے تو پھر زن و شوہر میں کوئی تعلق نہیں رہتا مگر جب مرد کہے کہ مدت بڑھا دو ہم اجرت بڑھا دیتے ہیں تو اوسوقت عورت کو اختیار ہوتا ہے چاہے قبول کرے یا نہ کرے یہی مطلب ہے اس آیہ کا۔

اب تو اڈیٹر صاحب کو اس میں کوئی عذر نہ رہیگا کہ مراد اس سے متعہ ہے کیونکہ پہلے خداوند عالم نے احکام نکاح کو بتایا پھر احکام متعہ کو پھر اس حکم کو کہ اگر عورت آزاد سے نکاح نہ کرسکے تو لونڈی سے نکاح کرے ومن لم یستطع تا آخر آیہ جسکو اڈیٹر صاحب نے پیش کیا ہے کہ اسمیں بھی لفظ اجورہن آیا ہے قولہ۔ آیت مرقومہ کے متعلق قائلین متعہ کیطرف سے ایک اور دلیل بھی لائی جاتی ہے وہ یہ کہ اسمیں الے اجل کا لفظ بڑھا کر (آیت کو یوں پڑھا جاتا ہے فما استمتعتم به منهن الی اجل فاتوهن اجورهن پس بقول (ان کے) آیت کے معنی یہ ہوئے کہ جن عورتوں کے ساتھ ایک وقت مقرر تک تمنے متعہ کیا ہو ان کی مزدوری اونکو دیدیا کرو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ لفظ (الی اجل) قرآنمجید میں تو ہرگز نہیں جسنے یہ کہا ہے اوسکی اپنی رائے ہے اوسنے بطور تفسیر اس لفظ کو کہدیا تو اونکی شاگردوں نے قرأت اوسکو سمجھکر روایت کردیا۔ ورنہ قرآن کا لفظ ہوتا تو قرآن مجید کے اندر اور حافظوں کے سینوں میں ہوتا۔

اقول افسوس کہ آپ آریوں سے مناظرہ کرتے ہوئے کیوں اس آیہ کا تذکرہ کرتے ہیں حالانکہ تہذیب الاحکام میں تو اسکا اشارہ بھی نہیں ہے جسکے جواب کی آپ کو ضرورت ہوئی ہم آپکو معلوم ہے آریہ تحریف قرآن کے ثبوت پر کسقدر خوش ہوتے ہیں پھر کیوں اونکو اسکا موقع دیتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے کلام سے تحریف قرآن ثابت کریں۔

آپکا دعوٰی ہے کہ الی اجل مسمی تفسیری لفظ ہے ورنہ قرآنمجید کے اندر ہوتا اور حافظوں کے سینوں میں،، مگر نہ معلوم اس سے آپکا مقصود کیا ہے صدر اول کے قرآن مجید اور حفاظ کے سینہ میں ہونے سے انکار ہے یا اس زمانہ کے موجودہ قرآن اور حافظوں کے سینہ سے انکار ہے کیونکہ ہم پہلے ہر طرح کا وجود

اسکا صدر اول میں ثابت کر چکے ہیں تفسیر طبری میں ہے قرائۃ المصحف عند نصر فیہ فما استمتعتم بہ منھن الی اجل مسمی جس سے معلوم ہوا کہ مصحف ابی بن کعب میں قرآن مجید کے اندر یہ لفظ موجود تھا جسکو حضرت ابن عباس نے دکھایا یہ تو وجود قرآنی ہے کہ خود قرآن مجید میں موجود تھا۔ پھر ابن عباس کی قرات بھی یہی تھی جس سے معلوم ہوا کہ حافظوں کی سینہ میں بھی موجود تھا پھر قتادہ سعید بن جبیر سب کی قرات یہی تھی تو کیا کہئے گا یہ لوگ حافظ قرآن نہ تھے اون کے سینوں میں یہ لفظ موجود نہ تھا۔

پھر معالم التنزیل کی عبارت ملاحظہ ہو قال ابن عباس ھکذا انزل اللہ ثلاث مرات یعنی ابن عباس نے تین مرتبہ کہا کہ خدا نے یوں ہی نازل کیا پھر تفسیر ابن کثیر دیکھیے کان ابن عباس وابی بن کعب وسعید بن جبیر والسدی کہ ابن عباس ابی بن کعب سعید بن جبیر سدی اسی طرح پڑھا کرتے۔ پھر تفسیر فتح البیان نواب صدیق حسن خاں دیکھیے۔ ابی بن کعب ابن عباس سعید بن جبیر اسی طرح پڑھا کرتے تو کیا ان سب کے نسبت بھی کہیگا کہ اونکی اپنی رائے ہے۔ حالانکہ قرات حضرت ابن عباس تو تین تین مرتبہ فرمائیں ھکذا انزل اللہ یوں ہی خدا نے نازل کیا اور آپ فرماتے ہیں کہ یہ اونکی اپنی رائے ہے تو پھر قرآن ہی کو کیوں مانتے ہیں وہ بھی تو انہیں صحابہ کے بدولت ملا ہے۔ یہ بالکل افترا ہے۔ "جنہنے یہ کہا ہے اونکی اپنی رائے ہے اونے بطور تفسیر اس لفظ کو کہدیا" کیونکہ حضرت ابن عباس بتکرار فرماتے ہیں ھکذا انزل اللہ یوں ہی خدا نے نازل کیا تو کیا کہہ سکتے ہیں کہ اونھوں نے اپنی رائے سے کہدیا پھر ایسے صحابہ پر کون اعتماد کر سکتا ہے اور قرآن قرآن کہاں ہو علامہ بزدوی فرماتے ہیں ثم لا یظن بھولاء انھم اخترعوا ما ردوا من انفسھم صفحہ ۱۹۰ جلد ۳۔

یعنی کبھی اسکا گمان نہیں ہو سکتا کہ ان لوگوں نے اپنی دل سے اختراع کیا ہو پھر کیونکر آپ اسکی جرات کر سکتے ہیں کہ ایسے مقدس صحابہ کی نسبت فرمائیں اونھوں نے اپنی رائے سے اس لفظ کو بطور تفسیر کہدیا۔ حالانکہ وہ بقسم کہتے ہیں یوں ہی خدا نے نازل کیا۔

دیکھیے صرف حمایت خلیفہ دوم میں کہا تک نوبت ہو متعہ سے انکار کیا جاتا ہے اور تمامی قرآن اور تمام صحابہ کے ایمان و اسلام کو خیر باد کہنا پڑتا ہے کیونکہ جب یہ ممکن ہے کہ وہ الی اجل مسمی کو

کو اپنے ذاتی رائے سے منزل من اللہ کہہ رہے ہیں تو پھر یہ پورا قرآن کیوں نہ اونکی ذاتی رائے سے بنایا ہوا مانا جا سکتا ہے۔

پھر یہ بھی غلط ہے جو آپ لکھتے ہیں "تو اونکے شاگردوں نے قرارت اوسکو سمجھکر روایت کر دیا" کیونکہ آپ روایات صدر میں دیکھ چکے ہیں شاگردوں نے اُستاد پر اعتراض کیا تھا کہ یہ قرارت تو موجودہ قرآن میں نہیں ہے ہم اسطرح نہیں پڑھتے جسپر اوستاد نے قسم کھاکر کہا خدا نے یوں ہی نازل کیا اب فرمائیے کہ اوستاد پر الزام ہے یا شاگرد پر۔

ہاں یہ خوب فرمایا "ایسے ایسے لفظوں کی وقعت اس سے زیادہ نہیں کہ کسی راوی نے اپنے فہم کے مطابق کوئی لفظ بڑھا دیا جسے غلط فہمی سے قرآن کے اندر داخل سمجھا گیا"

کیونکہ سارا قرآن تو ایسے ہی راویوں کے بیان پر جمع کیا ہے تو پھر یہ کیوں نہیں فرما دیتے کہ اونکی غلط فہمی سے یہ قرآن جمع ہوا کیونکہ جب ایک حرف قرآن کے انکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے تو پھر یہ صحابہ مسلمان کہاں رہے جو قرآن میں اپنی ذاتی رائے سے الفاظ گھٹا بڑھا دیتے ہیں

جہاں آپ اسکو مانتے ہیں کہ راویوں نے اپنے فہم کے مطابق کوئی لفظ بڑھا دیا تو پھر اصلی بات کیوں نہیں مانتے کہ انہیں صاحب کے خاطر سے قرآن میں یہ تحریف کی گئی کہ یہ لفظ نکال دیا گیا کیونکہ ایمان اونکا تو ہر طرح زائل ہو چکا ہے خواہ بڑھائیں یا گھٹائیں گھٹانے میں اصلیت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

پھر آپکا یہ کہنا اسکی مثال وہ روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ نے کاتب سے کہا، یک نہ شد دو شد کا مضمون ہے یہ روایت تو صاف بتا رہی ہے کہ وہ اس قرآن کو غلط جانتی تھیں جسمیں کاتب سے کہا کہ اس آیت کو ہم سے پوچھکر لکھنا اور جب وہ موقع آیا تو خود جاکر صلوٰة العصر لکھوا دیا اسکو آپ مثال میں کیا پیش کرتے ہیں یہ تو اور دلیل تحریف قرآن ہے کہ جامعین قرآن سے ایسی ایسی غلطیاں ہوئیں ہاں الی اجل مسمی کا حذف خاص غرض سے تھا کہ ایجاد خلیفہ دوم کی حمایت ہو بخلاف صلوٰة العصر کہ اوسکی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔

بہر حال چونکہ اس بحث تحریف قرآن میں حد السارق کی چار جلدیں مرتب ہو چکی ہیں جس میں بشمار آیتوں کے متعلق علماء اہلسنت کا دعوی ہے کہ اس میں تحریف ہوئی لہذا اس سے قطع نظر کرتے ہیں کیونکہ سب کا دعوی یہی ہے کہ یہ قرآن مجموعہ اغلاط ہے حتے کہ خود حضرت عثمان نے کہدیا کہ قرآن میں غلطی رہ گئی ہے۔

ان فی القرآن لحنا ستقیمہ العرب بالسنتہا

سبحان اللہ یہ طرفہ ماجرا ہے کہ آپ فرماتے ہیں بلکہ اگر ہم یہ کہیں کہ قرآن کے سیاق کے ہی موافق نہیں تو بجا ہے"
کیونکہ الی المرافق۔ الی الکعبین تو سیاق قرآن کے مطابق ہو۔ اور الی اجل مسمی نہ ہو یہ طرفہ سیاق ہے۔
افسوس حضرت عمر کی ذات اُنکو ایسی بیلاسوئی ہے کہ صرف اُنکا ایماندار بنے رہنے کیلیے آپ کو
کیسے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس سے قرآن حدیث صحابہ سب غارت کیے جاتے ہیں اور پھر اُنکا
ایمان کسی طرح ثابت نہیں رہ سکتا۔

ہاں آپ نے الی اجل مسمی کو جو قرآن میں نہ پایا تو اسکو بڑے بے وقعتی سے لکھا ہے مگر تقریر امام
فخر الدین رازی کو ملاحظہ فرمائیے تو معلوم ہو اس جملہ نے کس قدر ناطقہ بند کیا ہے لکھتے ہیں۔

الطریق الثانی ان نقول هذه الآیة مقصورة   یعنی اس آیت کا تعلق بعض متعہ کے بارے میں ہونا
علی بیان نکاح المتعة وبیانه من وجوه۔   چند دلیلوں سے ثابت ہے۔
الاول ما روی ان ابی بن کعب کان یقرء   ایک یہ کہ حضرت ابی بن کعب اسطرح پڑھا کرتے تھے
فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی فآتوهن۔   اضافہ الی اجل مسمی اور یہی قراءۃ ابن عباس
اجورهن وهذا ایضا هو قراءة ابن عباس   بھی تھی اور امت نے دونوں پر انکار نہیں کیا
والامة ما انکروا علیهما فی هذه القراءة   اس قراءت پر تو اب گویا امت کا اجماع ہوا
فکان ذلک اجماعا من الامة علی صحة هذه القراءة   صحت پر اس قراءۃ کے اور تقریر اسکی وہی ہے
وتقریره ما ذکرتموه فی ان عمر رضی الله عنه   جو ہمنے ذکر کیا ہے کہ عمر نے جب متعہ سے منع
لما منع من المتعة والصحابة ما انکروا   کیا تو صحابہ موجود تھے اور کسی نے اسپر انکار
علیه کان ذلک اجماعا علی صحة ما ذکرنا   نہیں کیا تو گویا یہ اجماع ہوا صحابہ کا اسپر تو
وکذا ههنا واذا ثبت بالاجماع صحة هذه   جیسا وہی اجماع صحابہ سے اس قراءۃ کی صحت ثابت
القراءة ثبت المطلوب۔   ہوئی تو مطلب ثابت ہوا کہ یہ آیہ صرف متعہ کو بارے میں

امام فخر الدین رازی اس اعتراض کا یہ جواب دیتے ہیں والذی یجب ان یعتمد علیه فی هذا
الباب ان نقول انا لا ننکر ان المتعة کانت مباحة انما الذی نقوله انها صارت
منسوخة وعلی هذا التقدیر فلو کانت هذه الآیة دالة علی انها مشروعة لم
یکن ذلک قادحا فی غرضنا وهذا هو الجواب ایضا عن تمسکهم بقراءة ابی وابن

عباس فان ثبتت القراءة بتقدیر ثبوتہا لاتدل الاعلی ان المتعۃ کانت مشروعۃ

ونحن لا ننازع فیہ انما الذی نقول ان النسخ طرء علیہ عنہ ۲۹

یعنی ضرور ہے کہ جواب مین ہم اسپر اعتماد کرین کہ متعہ پہلے مباح تھا اور پیچھے بعدہ منسوخ ہو گیا

تو اس بنا پر اگر یہ آیہ دلالت کرے بھی اسکی مشروعیت پر تو ہماری غرض مین قادح نہین۔ اور

یہی جواب ہو اس قراءۃ ابی بن کعب و ابن عباس ۰ بھی کہ اگر یہ ثابت بھی ہو تو صرف

اسیقدر معلوم ہوگا کہ متعہ مباح تھا اور ہم اوس مین منازع نہین کیونکہ ہم تو یہ کہتے ہین کہ وہ منسوخ ہوگیا

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ امام صاحب کے نزدیک دونون کا ایک ہی حکم ہے اور بجز دعوی منسوخیت

اور کوئی جواب نہین تو پھر اسقدر عرق ریزی سے اڈیٹر اہلحدیث کو کیا ملا جس سے قرآن کی

بھی بیحرمتی ہوئی اور حدیث کی بھی۔

امام صاحب کا دعوی کہ یہ آیہ منسوخ ہوگیا اور بھی حیرت خیز ہے کیونکہ آپ اس سے جواز متعہ

کو تو مانتے ہین کہ اس آیہ نے جواز متعہ ثابت کیا۔ پھر منسوخیت کا دعوی کس بنیاد پر کیا جاسکتا ہے

کیونکہ اسکے لئے ضرور ہے پہلے اس کو مان لیجئے کہ یہ آیہ دربارہ جواز متعہ ہے تب جو چاہے

کہے حالانکہ شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ مین فرماتے ہین و شیعہ را در باب حل متعہ غیر از

آیہ فما استمتعتم بہ منہن فاتوہن اجورہن متمسکے نیست کہ در مقابلہ اہلسنت توانند

گفت و سابقاً معلوم شد کہ این آیہ ہرگز دلالت بر حل متعہ نمیکند یہ آیہ کیسطرح حلت متعہ

پر دلالت نہین کرتا تو پھر اسکی منسوخیت کا دعوی کس بنیاد پر ہو سکتا ہے کیونکہ یہ تو اوسوقت

ہوتا کہ جواز متعہ اس سے ثابت ہوتا حالانکہ اس کا اقرار نہین کیا جاتا۔

بحث نسخ۔ اب دیکھنا ہے کہ امام فخر الدین رازی نے جو آخری جواب دیا ہے کہ یہ آیہ منسوخ

ہے تو اسکی اصلیت کیا ہے امام فخر الدین رازی لکھتے ہین واختلفوا انہا ھل نسخت

ام لا فذھب السواد الاعظم من الامۃ الی انہا صارت منسوخۃ وقال السواد

منہم انہا بقیت مباحۃ کما کانت وھذا القول مروی عن ابن عباس و عمران

بن الحصین

یعنی اسمین اختلاف ہے کہ آیا متعہ منسوخ ہوا یا نہین سواد اعظم قائل منسوخیت ہو اور

بعض کہتے ہین کہ وہ مثل سابق مباح رہا اور یہ قول منقول ہے ابن عباس اور عمران بن حصین سے۔ ابن عباس سے تین روایتین اس بارہ مین وارد ہین۔

ایک یہ کہ کسی نے ابن عباس سے پوچھا متعہ نکاح ہے یا سفاح (زنا) ابن عباس نے کہا نہ نکاح ہے نہ سفاح ہی متعۃ کما قال اللہ بلکہ وہ متعہ ہے جیساکہ خدا نے کہا دوسری روایت یہ ہے کہ لوگون نے جب فتوی ابن عباس کے متعلق اشعار کہے تو اونھون نے کہا خدا اون پر لعنت کرے کہ ہمنے اسکو مطلقاً مباح نہین کہا بلکہ وہ مضطر کیلئے مباح ہے جیساکہ میتہ اور دم و لحم خنزیر حلال ہے۔

تیسری روایت یہ ہے کہ ابن عباس نے اسکا اقرار کیا کہ یہ آیہ منسوخ ہے چنانچہ عطار خراسانی ابن عباس سے روایت کرتے ہین کہ آیہ یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن سے منسوخ ہوگیا اور یہ بھی روایت ہے کہ بوقت موت کہا اللھم انی اتوب الیک من قولی فی المتعۃ والصرف کہ ہم اپنے قول سے دربارہ متعہ و صرف توبہ کرتے ہین۔

رہے عمران بن حصین تو وہ کہتے ہین آیہ متعہ کتاب خدا مین نازل ہوا اوسکے بعد کوئی ناسخ نہین نازل ہوا جو اوسکو نسخ کرے۔ اور رسول اللہ ص نے اسکا حکم دیا اور ہمنے حضرت کے سامنے متعہ کیا اور کبھی منع نہین کیا۔ پھر ایک شخص نے جو چاہا دل سے کہا۔

رہے علی بن ابی طالب تو شیعہ اون سے اباحت متعہ کی روایت کرتے ہین اور محمد بن جریر طبری اپنی تفسیر مین روایت کرتے ہین کہ جناب امیرؑ نے فرمایا اگر عمر متعہ سے منع نہ کرتے تو نہ زنا کرتا مگر وہ جو شقی ہوتا۔ اور محمد بن حنفیہ روایت کرتے ہین کہ ابن عباس اباحت متعہ کا فتوی دیرہے تھے اودھر سے جناب امیرؑ کا گذر ہوا تو حضرت نے فرمایا رسول اللہ نے منع کیا متعہ سے اور لحوم حمر اہلیہ سے یہی روایتین۔

اس تمام عبارت کو دیکھا جائے تو کوئی قول آیکو اسکا نہین ملتا کہ کیا منسوخ ہوا کیونکہ صرف آیہ یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء کے متعلق البتہ دعوی کیا گیا ہے کہ وہ ناسخ ہے مگر اسکی غلطی اسی سے معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عمران بن حصین بصراحت تمام کہہ رہے ہین کوئی آیہ ناسخ اسکا نہین نازل ہوا پھر کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ یہ آیہ ناسخ ہے کیا عمران بن حصین

صحابی کے مقابلہ مین کسی دوسرے کا قول قابل وثوق ہو سکتا ہے۔ اور آگے چلکر معلوم ہوگا
کہ حضرت ابن عباس دوسری آیہ کو ناسخ قرار دیتے ہین۔
اور پہلے بھی چند آیتون کا نام ناسخیت مین لیاگیا ہے مگر یہ عجب معاملہ ہے کہ منسوخ تو معلوم
نہین ہوا کہ کیا ہے اور ناسخ سیکڑون ہوگئے

آیہ یاایہا النبی اذا طلقتم النسا کے نسبت تو عام طور پر یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ ابن عمر نے اپنی
زوجہ کو حالت حیض مین طلاق دیا تھا اسوجہ سے یہ آیہ نازل ہوا معالم التنزیل صفحہ ۹۲۵
مگر یہان وہ ناسخ متعہ قرار دیا جاتا ہے۔ اس بے تکاپن کا کیا علاج ہے۔
اب ہم بقیہ کلام اڈیٹر اہلحدیث کی طرف متوجہ ہوتے ہین وہ لکھتے ہین۔

ہان فاضل مصنف تہذیب کی پہلی دلیل کا جواب ہنوز باقی ہے۔ اہل سنت کی طرف سے اس کا
جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ایام جاہلیت مین یہ رسم تھی۔ کہ جو شخص سفر مین جاتا۔ اگر اوسکو ضرورت ہوتی
تو وہان عورتون سے متعہ کرلیتا۔ وہ اوسکے اسباب وغیرہ کی حفاظت کرتین۔ اور دیگر خدمات
مفوضہ بھی پوری کرتین۔ بعض روایات مین جو آیا ہے کہ صحابہ کرام نے بھی کسی جنگ مین ضرورت
کے وقت متعہ کیا۔ وہ اسی ملکی رسم کے مطابق تھا جیسے شراب خواری کا ثبوت بھی ملکی رسم کے
مطابق ملتا ہے۔ لیکن جب آیت نازل ہوی جس مین ذکر ہے کہ اپنی بیویون اور باندیون کے سوا
کسی کے ساتھ ملاپ کرنا جائز نہین۔ تو یہ سب رسومات ملکی دور ہوگئین۔ (ترمذی)

اسی کی مزید تشریح کیلئے اہل سنت کی طرف سے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت
پیش کی جاتی ہے۔

عن علی ابن ابی طالب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن متعۃ النساء وعن
لحوم الحمر الاھلیۃ زمن الخیبر (ترمذی جلد اول صفحہ ۱۳۳)
حضرت علی نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ نے جنگ خیبر کے زمانہ مین متعہ سے اور گدہون کے گوشت سے
منع فرمایا تھا۔

اقول۔ یہ امر بھی قلم سے آیا کہ تقریر خصم کی ترتیب کو الٹ دین جسکو وہ مقدم کرین اسکو آپ
موخر کرین جو کسی طرح جائز نہین حالانکہ اون کا استدلال بہت واضح تھا کہ تمامی مسلمین کا اسپر

اجماع ہے کہ حضرت نے متعہ کو مباح کیا تھا۔ تو جب تک ویسی ہی دلیل حرمت نہ ثابت ہو اوسکی اباحت باقی رہنی چاہیئے اسکا جواب آپ سے کیا کسی سنی سے نہ بن سکا کیونکہ آپنے بھی اقرار کیا ایسا تھا تو آپ پر فرض تھا کہ حرمت کیلئے بھی ویسی ہی کوئی دلیل لاتے مگر ممکن نہوا۔

کیونکہ یہان آپنے ایک آیت لکھی ہے دوسری حدیث۔ اصل آیہ کو تو لکھا نہیں صرف ترجمہ کرکے چھوڑدیا حالانکہ ترمذی کی اصل عبارت یہ ہے ابن عباس سے کہ جب آیہ الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانہم قال ابن عباس فکل فرج سواھما فھو حرام صفحہ ۱۴۲ جلد اول تو ابن عباس نے کہا جو فرج ہے ان دونون کے سوا وہ حرام ہے۔ مگر نہ اسمین قول رسول ہے نہ قول ناسخیت۔

یہ آیہ سورہ مومنون مین ہے جو مکی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس کو متعہ کی حرمت اسی آیہ سے معلوم تھی مگر برخلاف اسکے فتوی دیتے ہو کہ متعہ حلال ہے جیسا کہ سابقاً مرقوم ہوا تو اس سے لازم آتا ہے کہ تکفیر ابن عباس کا فتوی دیا جائے کیونکہ وہ حرام خدا کو حلال جانتے تھے اور مدۃ العمر اوسکو حلال جانتے رہے بلکہ خود اسی ترمذی مین ہے جس سے اڈیٹر اہلحدیث نے نقل کیا انما روی عن ابن عباس شئی من الرخصۃ فی المتعۃ ثم رجع عن قولہ حیث اخبر عن النبی علی تحریم المتعۃ وھو قول۔ یعنی ابن عباس سے جو اجازت لی روایت وارد ہوئی ہے تو اوس سے اونھون نے رجوع کیا جبکہ خبر دی گئی اونکو قول رسول سے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان کا رجوع کرنا فتوائے حلت متعہ سے بوجہ نزول آیہ نہین ہے بلکہ اسوجہ سے کہ اونکو خبر دی گئی رسول اللہ سے کہ حضرت نے منع کیا ہے۔

اب فرمایئے کس بیان پر ایمان لایا جائے اسپر کہ ابن عباس نے وجہ حرمت یہ بیان کیا کہ جب آیہ ما ملکت ایمانہم نازل ہوا تو متعہ حرام ہو گیا۔ یا اسپر کہ جب حضرت کے ممانعت کی خبر اون کو دی گئی تب اونھون نے حرمت کا فتوی دیا حالانکہ آپ تصریحات سابقہ مین پڑھ آئے ہین کہ ابن عباس قائل بجواز متعہ تھے اور وہ باضافہ الی اجل مسمی پڑھا کرتے تھے اب اوس روایت کو دیکھیے جسکو اڈیٹر صاحب نے ترمذی سے نقل کیا ہو اسطرح ہے۔

حدثنا ابن ابی عمر نا سفیان عن الزہری عن عبد اللہ والحسن ابنی محمد بن علی

عن ابیہما عن علی بن ابی طالب ان النبیؐ نھی عن متعۃ النساء وعن لحوم الحمر الاھلیۃ زمن خیبر وفی الباب عن سبرۃ الجھنی وابی ھریرہ حدیث علی حدیث حسن صحیح والعمل علی ھذا عند اھل العلم من اصحاب النبی وغیرھم ص ۱۴۲

ہم شکرگذار ہین کہ اڈیٹر صاحب نے ترمذی ہی کی روایت لکھی ورنہ اگر صحیح بخاری و صحیح مسلم پر ہاتھ مارتے تو نہ معلوم کتنی طوالت ہوتی۔ اوڈیٹر صاحب نے یہ بھی چالاکی کی کہ سند کو غائب کردیا۔ ورنہ اور بھی طول ہو جاتا۔

ہم بخیال طول جرح رواۃ کو نہین لکھتے کیونکہ خود ترمذی کو اوڈیٹر صاحب مجہول لکھ چکے ہین اور جتنی روایتین صحیح بخاری۔ صحیح مسلم موطا سنن ابن ماجہ وغیرہ مین اس بارہ مین وارد ہوئی ہین سب کی قدح کتاب مستطاب تشئید المطاعن مین بتفصیل مذکور ہے۔ لہذا صرف داخلی عیب اس روایت کا ملاحظہ ہو کہ خود اوڈیٹر صاحب ترجمہ کرتے ہین حضرت علیؑ نے کہا کہ آنحضرت نے جنگ خیبر کے زمانہ مین متعہ سے اور گدہون کے گوشت سے منع فرمادیا تھا۔

ہم اس تحقیق کو زیادہ طول دینا نہین چاہتے صرف علامہ ابن القیم کی زاد المعاد پیش کرتے ہین جس سے اڈیٹر اہلحدیث اکثر استدلال کرتے ہین۔ اور کسی اہلحدیث کو اوسکے تسلیم مین عذر نہین ہوسکتا ابن القیم لکھتے ہین صفحہ ۴۰۶ جلد اول

فصل ولم یحرم المتعۃ یوم خیبر وانما کان تحریمہا عام الفتح ھذا ھو الصواب وقد ظن طائفۃ من اھل العلم انہ حرمہا یوم خیبر واحتجوا بما فی الصحیحین من حدیث علی بن ابی طالب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن متعۃ النساء یوم خیبر وعن اکل لحوم الحمر الانسیۃ وفی الصحیحین ایضاً ان علیا سمع ابن عباس یلین فی متعۃ النساء فقال مہلاً یا ابن عباس فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عنہا یوم خیبر وعن اکل لحوم الحمر الاھلیۃ ولما رای ھؤلاء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اباحہا عام الفتح ثم حرمہا قالوا حرمت ثم ابیحت ثم حرمت قال الشافعی لا اعلم شیئاً حرم ثم ابیح ثم حرم ثم ابیح الا المتعۃ قالوا فنسخت مرتین وخالفہم فی ذلک اٰخرون وقالوا لم تحرم الا عام الفتح وقبل ذلک

کانت مباحۃ۔

کہ متعہ جنگ خیبر مین ۷ھ مین نہین حرام ہوا بلکہ اسکی تحریم فتح مکہ مین ہوئی ۸ھ یہی درست ہے۔
اور بعض اہل علم قائل ہوئے ہین کہ جنگ خیبر مین حرام ہوا کیونکہ صحیحین مین ہے کہ جناب امیر نے
ابن عباس کو دربارہ متعہ فتوی دیتے سنا تو کہا صبر کرو اے ابن عباس کہ خود رسول اللہ نے
جنگ خیبر مین اسکو اور لحوم حمر اہلیہ کو حرام کیا اور صحیح بخاری مین ہے کہ حضرت نے منع کیا۔
متعۃ النساء سے بروز جنگ خیبر اور اکل لحوم حمر اہلیہ سے اور جب دیکھا ان لوگون نے کہ حضرت
نے فتح مکہ مین حلال کیا پھر حرام کیا تو کہا کہ وہ حرام کیا گیا پھر حلال کیا گیا۔ پھر حرام کیا گیا۔ کہا شافعی نے
ہم کسی امر کو ایسا نہین پاتے کہ حرام کیا گیا ہو پھر مباح پھر حرام مگر یہی متعہ کہ دو مرتبہ حرام ہوا۔ اور
دوسرے علمانے اسکا خلاف کیا ہے اور کہا کہ ایک ہی دفعہ فتح مکہ مین حرام کیا گیا۔

پھر اوسی زاد المعاد مین ہے والصحیح ان المتعۃ انما حرمت عام الفتح لانہ قد ثبت فی
صحیح مسلم انھم استمتعوا مع النبی باذنہ ولو کان التحریم زمن خیبر لزم النسخ مرتین
وھذا لا عھد لہ بمثلہ فی الشریعۃ البتۃ ولا یقع بمثلہ فیھا ص ۴۰۱
اور صحیح یہ ہے کہ متعہ فتح مکہ مین حرام ہوا کیونکہ صحیح مسلم مین ہے کہ لوگون نے متعہ کیا حضرت کے
اجازت سے فتح مکہ مین تو ہرگز پہلے اس سے زمانہ خیبر مین حرام ہوا ہوتا تو دو مرتبہ نسخ لازم آتا
جسکا مثل شریعت مین نہین ہے اور نہ ہونا چاہیے ایسا۔

پھر لکھتے ہین وقصۃ خیبر لم تکن فیہ الصحابۃ یتمتعون بالیھودیات ولا استاذنوا
فی ذلک لرسول اللہ صلعم ولا نقلہ احد قط فی ھذہ الغزوۃ ولا کان فیھا للمتعۃ
ذکر البتۃ لا فعلا ولا تحریما بخلاف غزاۃ الفتح فان قصۃ المتعۃ کانت فیھا
فعلا وتحریما مشھورۃ ص ۴۰۱
یعنی جنگ خیبر مین تو صحابہ نے متعہ نہین کیا تھا یہودیات سے نہ حضرت سے اسکی اجازت لی
نہ کسی نے اس غزوہ مین اسکو لکھا ہے نہ اس مین متعہ کا ذکر تھا نہ فعلاً نہ تحریماً بخلاف غزوہ فتح مکہ
اوس مین قصہ متعہ کا ہونا فعلاً اور تحریماً دونون مشہور رہے ہے۔
اب ہم اڈیٹر صاحب کو کن لفظون سے سمجھائین کہ آپنے روایت ترمذی کو لکھکر کہے

نصیحت کیا کیونکہ آپکے تمامی علما اس روایت کی تکذیب کر رہے ہین حتی کہ خود شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے بھی تحفہ مین لکھا۔ پس ہر کہ غزوہ خیبر را تاریخ تحریم متعہ گوید دعوی غلطی در استدلال حضرت علی می کند و این دعوی شاہد جہل و حمق او نیز اوست۔

کہ جو شخص جنگ خیبر کو زمانہ تحریم متعہ قرار دیتا ہے وہ گویا استدلال جناب امیر مین غلطی کا دعوے کرتا ہے اور یہ دعوی اوسکے جہل و حمق کا شاہد ہے۔

اب اڈیٹر صاحب فرمائین ترمذی اور خود اڈیٹر صاحب اس تحقیق سے کیا قرار پائے کیونکہ دونون زمانہ تحریم کو بقول جناب امیر زمانہ جنگ خیبر قرار دیتے ہین اسکے بعد اڈیٹر صاحب لکھتے ہین۔

قولہ اس روایت کو شیعون نے تسلیم نہ کیا بلکہ اسکی نسبت یہ ظاہر کیا کہ سنیون نے کہ سنیون کے خاموش کرانے کو حضرت علی کے نام سے گڑھ لی ہے۔ مگر شان ایزدی! ایسا کہنے والے باوجود بڑے عالم ہونیکے اپنی کتابون سے بے خبر ثابت ہوئے۔ کیونکہ یہ روایت خود اسی کتاب "تہذیب الاحکام" مین بھی موجود ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ اونہی الفاظ سے موجود ہے جو الفاظ اہل سنت کی روایت مین ہین۔ غور سے سنیے۔

عن علی قال حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ یوم خیبر لحوم الحمر الاھلیۃ ونکاح المتعۃ (جلد ۲ صفحہ ۱۸۶)

حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول خدا نے خیبر کے زمانہ مین گدھون کا گوشت اور متعہ کا نکاح حرام فرمایا تھا۔

اقول اگر شیعون نے تسلیم نہ کیا تو اچھا کیا ورنہ وہ بھی بقول شاہ عبد العزیز صاحب وغیرہ اہل و احمق قرار پاتے جنکا فتوی مذکور ہو چکا مگر یہ معلوم عدم تسلیم کا الزام صرف شیعون پر کیون جبکہ خود آپکے علما دین اس صراحت سے اوسکو جعلی و وضعی بنا رہے ہین۔

نے یہ تو اور بھی کمال کیا کہ جس روایت کی بدولت آپکے بخاری و مسلم و ترمذی جاہل و احمق قرار پائے اوس مین شیعون کو بھی شریک کرنا چاہا جو نتیجہ ہے آپکی امانت و دیانت کا کہ اصل عبارت کو تحریف کرکے لکھا دیکھیے اصل عبارت یہ ہے واما ما رواہ محمد بن احمد بن

یحییٰ عن ابی جعفر عن ابی الجوزا عن الحسین بن علوان عن عمرو بن خالد عن زید بن علی عن ابائہ عن علیؑ قال حرم رسول اللہ یوم خیبر لحوم الحمر الاھلیۃ و نکاح المتعۃ فان ھذہ الروایۃ مورد التقیۃ وعلی مایذھب الیہ مخالفوا الشیعہ والعلم حاصل لکل من سمع الاخبار ان من دین ائمتنا علیہم السلام اباحۃ المتعۃ فلا یحتاج الی الاطناب فیہ کتاب النکاح ص۲۳۳ قلمی

یعنی جو کچھ محمد بن احمد بن یحییٰ نے حضرت زید سے روایت کیا ہے جناب امیرؑ سے کہ حضرت نے حرام کیا بروز خیبر لحوم حمر اہلیہ اور نکاح متعہ کو۔ تو یہ روایت مورد تقیہ میں وارد ہوئی ہے اور موافق مذہب مخالف شیعہ ہے ورنہ علم بدیہی حاصل ہے ہر اوس شخص کو جو حدیثوں کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے کہ ہمارے ائمہ دین کا مذہب یہی تھا کہ وہ قائل تھے متعہ کے مباح ہونیکے تو اب اسکی ضرورت نہین رہی کہ اسمین طول دیا جائے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جناب شیخ اس روایت کو مخالف مذہب شیعہ قرار دیتے ہین اور فرماتے ہین کہ یہ روایت محل تقیہ مین وارد ہوئی ہے۔ کیونکہ حضرت زید بن امام زین العابدینؑ سے منقول ہے جنکو ہشام بن عبد الملک سے جنگ کرنا پڑا اور بضرورت جنگ اون کو تقیہ کی ضرورت تھی لہذا اوس روایت کو بیان کیا جو اہلسنت کے یہان منقول ہے۔ اور چونکہ اوس روایت کی غلطی خود تحقیقات اہلسنت سے ثابت ہوئی۔ پھر وہ کسی کام کی نہ رہی۔ نہ شیعہ کے نہ سنی کے اسلیئے شاہ صاحب نے بھی نقل نہیں اسکو نہ کیا۔

آپنے صحیح بخاری مین اکثر مقام پر دیکھا ہوگا کہ قول ابو حنیفہ وغیرہ کو نقل کرتے ہین اور پھر اوسکو رد کرتے ہین اسی طرح اسکو سمجھئے کہ چونکہ یہ روایت خلاف مذہب شیعہ تھی اسلیئے علامہ نے اوسکو لکھ کر رد کردیا۔ اگر نقل بخاری سے جو اقوال مخالف کو نقل کرتے ہین یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ یہی مذہب بخاری بھی تھا۔

تو آپکو بھی اس سے فائدہ ہوسکتا ہے ورنہ اس تصریح کے بعد تو آپکو شرم کرنا چاہیئے کہ اسکا نام لیتے کیونکہ خود روایت ترمذی قابل شرم ہے۔

قولہ فریقین شیعہ و سنی کی روایات حدیثیہ مین بہت فرق ہوتا ہے۔ جو دونون مذہبون

کہ اختلاف پر متفرع یا دونون کے اختلاف کی بنا ہے۔ مگر باوجود اختلاف کثیر کے کوئی روایت اگر متفقہ ملجائے۔ تو اصل معنی مین متفق علیہ کہلانے کا حق وہی رکھتی ہے شیعون کے مستند امام کلینی انھی معنی کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت لائے ہین۔

خذ وابالمجمع علیہ فان المجمع علیہ لاریب فیہ (صـ) یعنی متفق علیہ روایت پر عمل کرو۔ کیونکہ متفق علیہ مین شک نہین ہوتا۔

پھر صاف اور صریح روایت مرفوعہ جو دونون مذہبون کی کتابون مین بیک معنی موجود ہو کیونکر رد ہو سکتی تھی۔ لیکن افسوس کہ شیعون نے ایسی متفقہ روایت کو بھی محض اپنی خیالی باتون کی بنا پر رد کر دیا۔ چنانچہ تہذیب الاحکام کا فاضل مصنف لکھتا ہے۔

فان ھذہ الروایۃ وردت مورد التقیۃ (صـ۱۸۶) یہ روایت حضرت علیؑ سے تقیہ کے طور پر آئی ہے۔

اقول خدا آپکی توفیق کو زیادہ کرے اور عقل و فہم کا مادہ عطا کرے جو سمجھیے کہ اتفاق فریقین کس جانور کا نام ہے جو ہر فریق کے یہان مسلم ہو نہ وہ روایت جو فریقین کے یہان غیر مسلم ہو حدیث خذ وابالمجمع علیہ فان المجمع علیہ لاریب فیہ۔ خود آپکے رد کو کافی ہے کیونکہ حضرت فرماتے ہین جس امر پر اتفاق ہو اوسکو لے لو کہ اوس مین شک نہین ہے۔ یہان دو احتمال ہو سکتا ہے ایک یہ کہ مراد اوس سے اجماع شیعہ ہے کہ جو اونکے نزدیک متفق علیہ ہے۔ تو اوس حیثیت سے بھی یہ حدیث تحریم متعہ ناقابل استدلال ہے کیونکہ اونکے اجماعیات کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ جس سے آپنے فائدہ اوٹھانا چاہا کہ شیعہ و سنی دونون مین متفق علیہ ہو۔ تو اس سے بھی آپ فائدہ نہین اوٹھا سکتے کیونکہ ہمنے اتفاق علمائے اہلسنت دکھا دیا کہ یہ حدیث غلط ہے۔ تو کسی طرح نہ آپکا اس سے استدلال درست ہوا نہ کوئی فائدہ ملا حالانکہ امام عہ نے پہلے ہی آپکی موافقت کو باطل کر دیا کہ فرمایا دعوا ما وافق القوم فان الرشد فی خلافھم کہ جو روایت ایسی ہو کہ مخالفین کے موافق ہو اوسکو ترک کر دو کیونکہ رشد اون کی مخالفت مین ہے پھر فرمایئے اس روایت سے کس طرح استدلال درست ہو سکتا ہے کیونکہ مخالف الاتفاقیات شیعہ ہے بلکہ مخالف تحقیقات اہلسنت بھی ہی جنھون نے صاف صاف لکھدیا کہ اسکا دعوی کرنا دلیل جہل و حماقت ہی۔

اب آپکو قول معصوم خدا و بالمجمع علیہ کی اور بھی قدر معلوم ہو گی کہ اوس قول سے بھی یہ روایت باطل ٹھہری۔

قولہ تقیہ کیا چیز ہے؟ حسب ضرورت اپنے اعتقاد کے خلاف ظاہر کرنا۔ ہم مانتے ہین کہ شیعہ مذہب مین تقیہ کو اتنی اہمیت اور وقعت دی گئی ہے۔ کہ دین کے دس حصون مین سے نو حصے تقیہ قرار دیا گیا چنانچہ کافی کلینی کے الفاظ یہ ہین ؎

تسعة اعشار الدین فی التقیة ولا دین لمن لا تقیة له ص ۴۸۳ اصول کافی)

تقیہ دین کے نو حصے ہین اور جو تقیہ نہ کرے اوس کا دین نہین ؎

تقیہ کی بحث اور وسعت کے خیال کو الگ رکھکر ہم صرف اتنا پوچھنا چاہتے ہین کہ حضرت علی نے جو متعہ کی روایت بیان کی نہ صرف مسئلہ بتلایا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیکر مرفوع روایت بھی بیان فرمائی جو (بقول شیعہ) درحقیقت رسول اللہ کی نہین تھی۔ تو اس جرأت اور کذب علی الرسول کی وجہ اونکو کیا پیش آئی تھی اور اون کا اعتبار کیا رہا۔

اقول واقعی تقیہ کا سمجھنا اور اوسکا پابند ہونا صادقین کا کام ہے نہ کا ذبین کا جس طرح متعہ کا کرنا اونکا کام ہے جو زنا نہ کرتے ہون آپ حقیقت تقیہ کو کیا سمجھ سکتے ہین جبکہ انجمن صادقین قائم کرکے ہنس ممبری لیا اور بقول مولوی محمد حسین بٹالوی سو جھوٹ سے زیادہ کے مرتکب ہو چکے۔ تقیہ کے متعلق متعدد رسالے شایع ہو چکے ہین فتح الرحمان دیکھئے تو معلوم ہو تقیہ سیرۃ انبیا و مرسلین مین داخل ہے حتیٰ کہ خود اشرف الانبیا نے صدہا موقع پر تقیہ کیا ہے۔

مگر یہان تو اوسکا موقع نہین ہے کیونکہ نہ جناب امیر نے کوئی حدیث بیان کی نہ روایت بلکہ حضرت زید نے اوس روایت کو بیان کیا جو حضرات اہلسنت نے جناب امیر پر افترا کیا تھا پھر جناب امیر پر اس سے کیا الزام آیا۔

قولہ ہمارے خیال مین متعہ کا مسئلہ آکر بس اس سوال پر رک جاتا ہے کہ کیا حضرت علی کی یہ شان تھی کہ وہ باوجود امیر المومنین اور شیر خدا ہونے کے ایسی کمزوری دکھا دین کہ کسی امر مین محض دہر اس کے باعث نہ صرف فتوی غلط دین بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر بھی افترا کرین۔ ہمارے خیال مین جو شخص اسکی تہ کو پہونچ جائے اور اسکے خیال کے انجام کو سوچے

کہ کہاںتک پھونچتا ہے۔ اور غور کرے کہ اس مین حضرت علیؑ کی کل روایات اور احکامات پر کہان تک زد پھونچتی ہے تو وہ ایک منٹ کیا ایک سکنڈ کیلئے بھی اس خیال کو دل مین جگہ نہین دیسکتا کہ یہ روایت حضرت علیؑ نے ازراہ تقیہ فرمائی ہوگی۔

اقول شکر خدا کہ ایک امینی شخص کی زبان سے یہ لفظ نکلا جس سے معلوم ہوا کہ جناب امیرؑ بھی اہلسنت کے نزدیک قابل شان ہین۔ ورنہ صحیح بخاری مین تو حضرت کے نسبت یہ فتوی موجود ہے

فکان ابن سیرین یری ان عامہ مایروی عن علی الکذب صفحہ جلد ۲

کہ ابن سیرین کہتے ہین جو کچھ جناب امیرؑ سے روایت کیا گیا ہے وہ سب دروغ ہے اور روضۃ الندیہ علامہ محمد بن اسمعیل صالح الامیر مین ہے ان الرجل اذا روی عنہ حدیثاً لا یتعلق بفضائل بل لشرایع الدین لا یتجاسر علی ذکر اسمہ صفحہ مطبوعہ لکھنؤ

کہ اگر جناب امیرؑ سے کسی حدیث کی روایت کی جاتی جو فضائل سے نہ متعلق ہوتی بلکہ احکام دین سے اوسکو تعلق ہوتا تو یہ جرات نہ ہوتی کہ حضرت کا کوئی شخص نام لے۔ بلکہ یون کہتے حدثنا ابو زینب یہ حالت صرف دولت بنی امیہ ہی مین نہین رہی بلکہ دولت بنی عباس کے زمانہ مین بھی یہی حال رہا۔

ابو قلابہ کا حال تہذیب التہذیب مین ملاحظہ ہو فکان یحمل علی علی ولم یرو عنہ شیئاً صفحہ ۲۲۵ جلد ۵

کہ جناب امیرؑ پر سخت حملہ کرتا تھا۔ اور ایک روایت بھی حضرت سے اس نے نہ لی۔ یہ ابو قلابہ بھی صحیح بخاری کے راویون سے ہین۔ پھر نہ معلوم کس منہ سے آپنے ایسی ہمدردی دکھائی کہ کیا حضرت علیؑ کی یہ شان تھی کہ وہ باوجود امیر المومنین اور شیر خدا ہونیکے ایسی کمزوری دکھاوین " کیونکہ جس امت نے باوصف بست و سہ سالہ تعلیم رسول خدا کو ہاتھ پیر گھونگر بال والا مان بیا رسول کے جنازہ کو بے غسل و دفن چھوڑ دیا اوس امت سے کیا تعجب ہے کہ جناب امیرؑ پر افترا کرے دروغ باندہے۔ کیونکہ ہم بتا آئے ہین کہ خود محققین اہلسنت نے اس روایت کو غلط کردیا کہ جناب امیرؑ نے یہ نہین فرمایا پھر بتایئے جناب امیرؑ نے کمزوری دکھائی یا آپکے اون ثقاہ محدثین نے جنکے ہاتھ آپکے دین و ایمان کا مدار ہے اور وہ ایسی روایت بناتے ہین۔

اڈیٹر صاحب چونکہ آپنے اپنی غرض باطل کیلئے ایک طرح کی ہمدردی جناب امیرؑ سے دکھائی ہے لہذا پہلے اپنی صحیح مسلم کا دیباچہ دیکھئے تو معلوم ہو جناب امیرؑ سے کسقدر حسن ظن آپکے ائمہ دین کو ہے معلم ترجمہ صحیح مین ہے رصفحہ جلد اول

عن ابن ابی ملیکہ قال کتبت الی ابن عباس اسالہ ان یکتب لی کتابا و یخفی عنی فقال ولد ناصح انا اختار لہ الامور اختیارا و اخفی عنہ قال فدعا بقضاء علی فجعل یکتب منہ اشیاء و یمر بہ الشی فیقول واللہ ما قضی بھذا علیؑ الا ان یکون ضل۔

دترجمہ۔ ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ مین نے ابن عباس کو لکھا کہ میرے لئے ایک کتاب لکھدو اور چھپالو (ان باتون کو جن مین کلام ہے تاکہ جھگڑا نہو) ابن عباس نے کہا لڑکا اچھی نصیحت کرتا ہے دیعنی ابن ابی ملیکہ کو کہا) مین اسکے لئے چنون گا باتون کو اور چھپاؤن گا (جو چھپانے کی باتین ہین) ف یہ ترجمہ جب ہے کہ اس روایت مین یخفی اور اخفی خائے معجمہ سے ہو جیساکہ اکثر نسخون مین ہے اور بعضے نسخون مین یہ دونون لفظ حائے حطی سے ہین اس صورت مین ترجمہ یون ہوگا کہ کم کرین ان باتون کو جو کمی کے قابل ہین یعنی بہت لمبی کتاب نہ لکھین مختصر لکھین اور ابن عباس نے بھی ایساہی کہا کہ کم کرون گا مین یا عجبی معنی ین علیؑ کے ہے یعنی مین نے خواہش کی کہ خوب اچھی طرح لکھین اور ابن عباس نے بھی ایساہی کہا کہ مین خوب انتخاب کرون گا حدیثون کو اور اچھی طرح اُسکو لکھونگا ف پھر انھون نے حضرت علیؑ کے فیصلون کو منگوایا ان مین کچھ باتین لکھنے لگے اور بعضے فیصلون کو دیکھکر کہتے تھے کہ قسم خدا کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا فیصلہ نہین کیا اگر کیا ہو تو وہ بہنک گئے دیعنی ان سے غلطی ہوئی) ف جب حضرت علی جو خلفاء راشدین مین سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز اور ساتھی اور علم کے دریا تھے انکے فیصلون مین غلطی ہو تو اور عالمون اور مولویون کے سب حکم کیونکر صحیح ہوسکتے ہین۔ بعضون نے کہا مطلب ابن عباس کا یہ ہے کہ روایت غلط ہے اور حضرت علیؑ گمراہ نہ تھے تو انھون نے یہ فیصلہ کیونکر کیا ہوگا۔

عن طاؤس قال اُتی ابن عباس بکتب فیہ قضاء علیؑ رم فمحاہ الا قدر واشار سفیان

بن عيينة بذراع (ترجمہ) طاؤس سے روایت ہے ابن عباسؓ کے پاس حضرت علیؓ کے فیصلون کی کتاب آئی انھون نے اسکو سب میٹ دیا مگر ایک ہاتھ کے برابر رہنے دیا (جو فیصلہ صحیح تھا اسلیئے کہ ان کو معلوم ہوا کہ روایت ان فیصلون کی ٹھیک نہین ۔

عن ابی اسحاق قال لما احدثوا تلک الاشیاء بعد علی رض قال رجل من اصحاب علی رض قاتلهم الله ای علما افسدوا ۔ ترجمہ ابو اسحاق نے کہا جب لوگون نے ان باتون کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد نکالا (یعنی جھوٹی روایتین ان سے شائع کین) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک رفیق بولے خدا ان کو تباہ کرے یا ان پر لعنت کرے کیسا علم کو بگاڑا (یعنی لوگون کو گمراہ کیا اور حدیث کے علم کو ستیاناس کیا ۔

عن ابی بکر بن عیاش قال سمعت المغیرة یقول لم یکن یصدق علی علیؑ فی الحدیث عنه الا من اصحاب عبد الله بن مسعود ۔ ترجمہ ۔ ابوبکر بن عیاش سے روایت ہے مغیرہ سے سنا وہ کہتے تھے حضرت علیؑ سے جو لوگ روایت کرتے تھے ان کی روایت نہ مانی جاتی جبتک عبد اللہ بن مسعود کے ساتھی اسکی تصدیق نہ کرتے ۔ تمام ہوئی عبارت مسلم کیا اس سے آپکو اپنے ائمہ دین کا برتاو جناب امیرؑ کے ساتھ نہین معلوم ہوا کیونکہ یہ ترجمہ مولوی وحید الزمان صاحب کا ہے جو نہایت ادب کے ساتھ ترجمہ کرتے ہین اور حتی الوسع چاہتے ہین کہ جناب امیرؑ پر بھی الزام نہ آوے اور صحیح مسلم بھی بچ جاوے ۔ ورنہ صاف صاف مطلب اسکا تو یہی ہے کہ ابن عباس کو جناب امیرؑ کے فتوؤن پر اعتراض تھا اور اوسکو وہ موجب ضلالت جانتے تھے جس سے کمال درجہ کی ناصبیت مسلم ظاہر ہے لہذا اوسکے شارح امام نووی نے یون تاویل کی وماقوله ما قضی بهذا علی الا ان یکون ضل فمعناه ما یقضی بهذا الاضلال ولا یقضی به علی الا ان یعرف انه ضل وقد علم انه لم یضل فعلم انه لم یقض فیه ۔

یعنی یہ جملہ جو کہا گیا کہ قسم بخدا نہین فتوی دیا اسکا علیؑ نے مگر یہ کہ گمراہ ہوے ہون ۔ تو معنی اوسکے یہ ہین کہ ایسا فتوی دینے والا گمراہ ہے اور حضرت علی اوسی وقت ایسا فتوی دیسکتے ہین کہ اون کی گمراہی معلوم ہو اور چونکہ معلوم ہے وہ گمراہ نہین ہوے لہذا معلوم ہوا کہ اونھون نے

ایسا فتوی نہین دیا۔

نووی کا مطلب تو یہ ہے کہ جناب امیر کے فتاوی ایسے تھے ہی نہین جسپر کوئی اعتراض ہو سکے مگر الفاظ حدیث بتا رہے ہین کہ خود فتاوی جناب امیر مین اغلاط تھے اور ایسے اغلاط کہ اوس سے گمراہی لازم آئے۔ چنانچہ ابن عباس نے اوس کتاب کو جس مین حضرت کے فتاوی درج تھے اسکو کاٹ کاٹ کر ابن عباس نے علیحدہ منتخب کیا۔ اور لکھا۔ عرفنا باتھہ بھر ہے دیا۔

تو آپ ہی بتایئے اس کتاب کے کاتب آخر وہ کون لوگ تھے جنھوں نے ایسے فتاوے درج کئے کیونکہ اوس زمانہ مین تو جو تھا یا صحابی تھا یا تابعی اون سے غلطی ہونا اہلسنت کے نزدیک محال ہے۔ تو اب دو ہی صورت ہے یا اسکے قائل ہون کہ معاذ اللہ جناب امیر نے فی الواقع ایسا فتوی دیا تھا تو ایمان جاتا ہے یا یہ کہیئے کہ اوس زمانہ کے صحابہ اور تابعین نے جو حضرت کے فتاوے کو لکھا اور رواتیون کو جمع کیا اونھون نے اس قسم کی تحریف کی اور اس طرح حضرت پر افترا و بہتان لگایا۔ تو اگر بربنا اونھین روایات موضوعہ مکذوبہ کے حضرت زید شہید نے اس روایت کو جو اہلسنت کے یہان مشہور تھی بیان کیا تو اس سے جناب امیر پر کیا الزام عاید ہوا۔

بہر حال مفتری ہین تو وہ صحابہ و تابعین جنھون نے جناب امیر پر افترا کیا اور خدا و رسول پر۔ نہ یہ کہ معاذ اللہ جناب امیر نے یہ افترا کیا ہو۔ اور محل تقیہ مین وارد ہونے سے جو آپنے یہ سمجھا کہ جناب امیر نے بمحل تقیہ فرمایا تو یہ آپکی اعلی درجہ کی حدیث دانی ہے۔ کیونکہ تقیہ کی نسبت حضرت زید کی طرف ہی جن سے یہ روایت منقول ہے۔ اور اون کا مبتلائے اہلسنت ہونا جنکو اہلسنت بار بار دق کرتے تھے تمام اہل علم کو معلوم ہے کہ امام ابو حنیفہ وغیرہ انکی تایید مین فتوی دیتے۔ پھر کیونکر وہ جناب انھی لوگون سے تقیہ نہ کرتے۔

چونکہ اڈیٹر صاحب نے اس تقریر کو تقیہ پر بڑے زور سے بیان کیا تھا اسلئے ہمکو بھی بتانا پڑا کہ کلام جناب شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ مین جو تقیہ کی نسبت دی گئی ہے وہ حضرت زید سے متعلق ہے جو اس حدیث کے راوی ہین نہ جناب امیر سے جسپر اڈیٹر صاحب نے اسقدر شور مچایا حالانکہ یہ نہ سمجھا کہ اونکے مقدس ائمہ دین نے تو صاف صاف افترا کیا ہے جناب امیر پر نہین بلکہ خود

رسول مقبول پر ہے۔

چونکہ حفاظت رسول وللہ طاہرین خداوند عالم پر لازم ہے اسلئے وہ ہر ایسی روایت مین جو وضعی اور جعلی ہوتی ہے ایک ایسا نشان لگا دیتا ہے کہ اوسکی وضعیت ظاہر ہو جاوے اسلئے اس حدیث مین لفظ ذمن الحیض ایسا ہو گیا کہ کسی طرح اسکی موضوعیت چھپ نہین سکتی۔

قولہ آسان طریق سے فیصلہ - سنی شیعہ کی روایات مین فرق ہے اور بہت بڑا فرق ہو مگر دونون فریق اس بات پر متفق ہین کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے واجب الاتباع ہے مفروض الطاعت ہے بلکہ شیعون کے ہان تو یہانتک مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود فرماتے ہین

ماوافق کتاب اللہ فخذوہ وما خالف کتاب اللہ فدعوہ (اصول کافی کلینی ص۴۰)

"جو بات کتاب اللہ (قرآن) کے موافق ہو اوسے قبول کرو اور جو قرآن کے مخالف ہو اوسے چھوڑ دو"

پس اس متفقہ اصول کے مطابق آؤ ہم اس مسئلہ کا فیصلہ کتاب اللہ (قرآن شریف) سے کرائین امتا وصدقنا کچھ شک نہین کہ حسب روایات منقولہ بالا ممتوعہ عورت بیوی نہین۔ باندی نہین بلکہ ایک کسبی عورت ہے جس نے چند پیسون کیلئے یہ پیشہ اختیار کر رکھا ہے۔ جو اوس کیلئے اور اوس کے خاندان کیلئے موجب ذلت وتوہین ہے۔ قرآن شریف نے نفسانی حاجت برآری کا جہان ذکر کیا ہو یہ لفظ رکھے ہین۔

الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین۔ جو لوگ اپنے بیویون اور باندیون کے ساتھ ملینگے۔ اون پر الزام نہ ہوگا

جب ممتوعہ زوجہ بھی نہین ملک الیمین (لونڈی) بھی نہین تو پھر اس استثنا مین جو آیت مرقومہ نے جواز کا کیا ہے کیونکر داخل ہو سکتی ہے۔ اس امر پر کافی غور کی ضرورت ہے۔

اقول اڈیٹر صاحب آریون کے مناظرہ سے کچھ سمجھدار تو ضرور ہوگئے ہین مگر پابندی مذہب پھر وہی راہ اون کو دکھاتی ہے جو اہلحدیث کے لئے مشہور ہے ملاحظہ ہو عقل وتہذیب اہلحدیث۔

آپ شیعون کے اس اصول کو مانتے ہین کہ جو بات قرآن کے موافق ہو اوسے قبول کرو اور جو قرآن کے مخالف ہو اوسکو چھوڑ دو۔ مگر پھر بھی ایمان نہین لاتے کیونکہ جب سے اسلام کا وجود قائم ہوا ہے اوس وقت سے تو بجز شیعہ کوئی اسکا مدعی نہوا کہ ہم قرآن کے مطابق عمل کرتے ہین: اور

اور سکے مخالف کو رد کرتے ہین ۔ کیونکہ ایسا ہوتا تو پھر خلفائے ثلثہ کی خلافت ہی کیون قائم ہوتی ۔

ائمہ اربعہ سے صرف شافعی اسکے قائل ہوئے کہ حدیث کو قرآن پر عرض کرنا چاہیے جسکے لیے حضرت کی حدیث بھی موجود ہے مگر خود ابن تیمیہ وغیرہ نے شافعی کے اس قول کو باطل کردیا کہ شافعی نے کہا ہی نہین اور کیا ہر اسمی نے تو یہان تک ترقی کی کہ اسکو امام شافعی کا مقولہ قرار دیا ۔ ملاحظہ ہو حصول مامول ۔

زیادہ افسوس تو اسکا ہے کہ آپنے خلاف مذہب اپنے فیصلہ قرآنی کہا مابھی تو اس صورت سے کہ نہ مانا جائے ۔ کیونکہ اسکا فیصلہ تو ماننا چاہتے ہین کہ قرآن نے متوعہ کو زوجہ کہا ہے یا نہین ۔ مگر یہ فیصلہ نہین مانا جاتا کہ قرآن نے اصل متعہ کے نسبت کوئی فیصلہ دیا ہے یا نہین حالانکہ علامہ عینی شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین غزوہ خیبر من کتاب المغازی واذا تقرر ان نکاح المتعۃ غیر صحیح فھل یحد فی وطی فی نکاح متعہ فاکثر اصحاب مالک قالوا لا یحد لشبھہ العقد وللخلاف المتقدم فیہ ولانہ لیس من تحریم القران ولکنہ یعاقب عقوبۃ شدیدۃ صفحہ ۳۱۰ جلد ۸

یعنی اب اس مین اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح متعہ کرنیکے بعد وطی کرے تو اوسپر حد آئیگی یا نہین ۔ امام مالک کے اتباع کہتے ہین حد نہین آسکتی ۔ کیونکہ صدر سے اختلاف چلا آتا ہے اور اسکی حرمت قرآن سے ثابت نہین لیکن اوسپر سخت عتاب کیا جائیگا ۔

یہ فیصلہ تو اہلحدیث کے بالکل خلاف ہے کہ قرآن سے کسی طرح بھی حرمت متعہ نہین ثابت ہو ۔

اب ہمارا ثبوت لیجیے کہ قرآن سے اسکی حلت ثابت ہو معالم التنزیل مین ہے وکان ابن عباس یذھب الی ان الایۃ محکمۃ ویرخص فی نکاح المتعۃ صفحہ ۲۲۹

یعنی ابن عباس اس آیہ کو محکم کہتے اور جواز متعہ کا فتوی دیتے ۔

رہا آپکا یہ سوال کہ زن متوعہ زوجہ ہے یا نہین تو پہلے در منثور دیکھئے اخرج ابن حاتم عن السدی قولہ الا علی ازواجھم یعنی الا من امرءۃ او ما ملکت ایمانھم قال امتہ یعنی علی ازواجھم سے مراد مرد کی عورت ہے تو کیا آپکو اسمین عذر ہوسکتا ہے کہ ممتوعہ کو مرد کی عورت کہین

اب آپکے جس طریق سے آپنے فیصلہ چاہا ہے وہ دیکھ لیجئے تفسیر کشاف مین بذیل تفسیر سورہ مومنون

پٌ۱ فان قلت هل فيه دليل على تحريم المتعة قلت لا لان المنكوحة بنكاح المتعة

من جملة الازواج اذا صح النكاح - صفحہ ۲۵ جلد ۲

کہ اگر کوئی یہ کہے کہ آیہ (الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم) مین کوئی دلیل ہے حرمت متعہ کی تو ہم کہینگے ہرگز نہین - کیونکہ جس عورت سے بذریعہ متعہ نکاح کرتے ہین وہ بھی ازواج سے ہے جبکہ نکاح صحیح ہو صفحہ ۵

اور قاموس مین ہے المتعة بالضم والكسر اسم للتمتع كالمتاع وان تتزوج امراءة

تتمتع كها اياما ثم تخلى سبيلها اور اصول شاشی مین ہے اذا قال تزوجت فلانة شهرا

هكذا فقوله تزوجت ظاهر فی النكاح الا ان انه قال نكاح للمتعة قائم فقوله شهرا

فسر المراد فقلنا هذا متعة وليس بنكاح - پھر خود ترمذی مین ہے فتزوج المرءة

بقدر ما يرى اور روایت بخاری مین ہے ورخص لنا ان نتزوج المرءة بالثوب -

پھر نہ معلوم کس بناپر زوجیت زن ممتوعہ سے انکار کیا جاتا ہے حالانکہ خود قاموس مین بھی

ہے جس سے معلوم ہوا کہ زبان عرب مین عام طور پر زن ممتوعہ بھی زوجہ کہی جاتی ہے -

اب فرمایئے قرآنی فیصلہ کسکے مطابق ہوگا - کیا آپنے وادی کے نکاح کے جواز کا جو فتوی دیا تھا تو وہ وادی زوجہ نہ کہلاتی - ؟

امام ابو حنیفہ اسی بنیاد پر اسکا فتوی دیتے ہین کہ اگر محارم سے نکاح کیا جائے تو اوسپر حد نہ آئیگی

چنانچہ لکھتے ہین واذا قلتم تزوج امه فلان نا عیم الزنا فلا حد فی ذلك انما هو نكاح

فاسد جیسا کہ ابن حزم کی محلی مین ہے کما فی تشیید المطاعن صفحہ ۱۲۳۲

شاہ عبد العزیز صاحب نے جو زوجیت زن ممتوعہ سے انکار کیا تھا تو اس بنیاد پر کہ عدہ طلاق

ایلا ظہار یہ سب احکام زوجہ کے ہین وہ زن ممتوعہ مین نہین پائے جاتے نہ یہ کہ وہ زوجہ بھی نہ

کہلا سکے - زوجہ اور ملک یمین مین صرف اسیقدر فرق ہے جو بی بی اور باندی مین ہوتا ہے

بی بی آزاد عورت کو کہینگے خواہ اوس سے تعلق بحرام ہو - یا بحلال - اور باندی اوسکو کہینگے جو

اپنی مالک آپ نہو خواہ اوس سے تعلق بحلال ہو یا بحرام ہو وہ ہر حال مین باندی کہلائیگی -

رہا یہ کہ زن ممتوعہ کو طلاق یا عدہ کی ضرورت نہین ہے تو محض غلط ہے کیونکہ طلاق اون کا تو وہی ہے جسوقت اوسکی مدت تمام ہوئی اور عدہ رکھنا اوسپر لازم ہے بعد انقضا مدۃ متعہ ضرور ہے کہ ایک حیض کا انتظار کرے اوسکے بعد وہ نکاح یا دوبارہ متعہ کر سکتی ہے۔

اب فرمائیے قرآنی فیصلہ کسکے مطابق ہوا کیونکہ لغت قرآن۔ حدیث۔ کتب فقہ سب سے ثابت ہوا کہ زن ممتوعہ بھی زوجہ ہے۔

قولہ بعض اصحاب کہا کرتے ہین کہ متعہ یون تو حرام ہے۔ مگر مثل خنزیر ہے جو بوقت اشد ضرورت جائز ہے۔

تفصیل اسکی یہ ہے کہ جس طرح خنزیر (سور) کا گوشت کھانا قطعاً منع ہے۔ مگر بوقت اشد ضرورت کے جو نہ ملنے کسی جائز چیز کے پیش آے۔ بقدر رفع بھوک خنزیر کا گوشت کھا لینے مین گناہ نہین اسی طرح (بقول اون کے) متعہ ہے۔ یہ لوگ متعہ کو حرام تو جانتے ہین مگر عند الضرورت جائز کہتے ہین۔

ان کا جواب یہ ہے کہ خنزیر کی بابت تو آیت مین تو صاف مذکور ہے۔ متعہ کی بابت کہان مذکور ہے۔ کہ باوجود حرمت کے بوقت ضرورت جائز ہے۔ کیا اوسپر اسکو قیاس ہے یا کوئی نص صریح نص ہے تو پیش کرین۔ قیاس ہے تو وجہ فرق سنین۔ جس سخت بھوک مین خنزیر کھانے کی اجازت ہے۔ اوس مین جان کا خطرہ ہوتا ہے۔ اور متعہ مین جو حاجت ہے۔ اس مین جان کا خطرہ نہین۔ بلکہ عیش اور لذت کی خواہش ہے۔

علاوہ اسکے خنزیر خوری اکیلئے کا ذاتی فعل ہے۔ مگر متعہ ایک ایسا فعل ہے۔ جبتک دو (مرد اور عورت) دونون ملکر نہ کرین۔ کام نہین ہو سکتا۔ پھر یہ کیونکر یقین ہو سکتا ہے کہ مرد کو اگر ضرورت شدیدہ ہے۔ تو ممتوعہ عورت کو بھی ضرورت ہے۔ جو بھوک مین ضرورت کے درجے تک پہونچاتی ہے۔ ثابت نہو۔ اسکے جواز کی صورت کیونکر ہو سکتی ہے۔

اقول نہ معلوم وہ کون صاحب ہین جو اسکا دعوی کرتے ہین کہ متعہ مثل خنزیر بضرورت جائز ہے کیونکہ خنزیر کو تو یہ عزت حاصل ہو وما لک یقول بطہارتہ حیا و میتا و لیس لنا دلیل واضح علی نجاستہ فی حال حیوتہ صرح الامام امام شعرانی

نہیں اور یہ کہتے ہیں کہ طہارت خنزیر بحال حیات اور موت دونوں میں ہے اور کوئی دلیل ہمارے
پاس دربارۂ تخصیص اسکی نہیں ہے کہ خنزیر حال حیات میں نجس ہے حیوۃ الحیوان میں ہے صفحہ ۲۶۴
جلد اول

وقال الشیخ الاسلام النووی لیس لنا دلیل علی نجاسته بل مقتضی المذهب طهارته
کہ امام نووی کہتے ہیں کہ خنزیر کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ مقتضی مذہب طہارت ہے۔
پھر معلوم وہ کون صاحب ہیں اہل الحدیث ہے جو متعہ کو مثل خنزیر بضرورت جائز بتاتے ہیں
اور نہیں سمجھتے ہیں کہ خنزیر کو چونکہ خدا اور رسول نے حرام اور نجس کہا تھا لہذا مذہب اہلسنت
میں حلال ہے اور متعہ کو کہ خلیفہ دوم نے حرام کیا تھا پھر وہ کیونکر کسی وقت میں بھی حلال
ہو سکتا ہے۔

حیرۃ تو یہ ہے کہ خلیفہ دوم نے متعہ کے ساتھ متعۃ الحج کو بھی حرام کیا تھا متعتان
کانتا علی عہد رسول اللہ وانا احرمهما اگر متعۃ النسا تو اہلسنت کے یہاں حرام
ہو گیا اگر متعۃ الحج باقی رہ گیا یہ بالکل تعجب خیز ہے صحیح نسائی میں ہے عن ابن عباس رض
سمعت عمر یقول واللہ انی لانهاکم عن المتعة وانها لفی کتاب اللہ ولقد فعلها
رسول اللہ یعنی العمرۃ فی الحج باب التمتع من کتاب مناسک الحج۔ صفحہ ۱۶ جلد ۲
یعنی ابن عباس حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں کہ قسم خدا کی ہم تمکو اوس متعہ سے منع کرتے ہیں جو
کتاب اللہ میں ہے اور رسول اللہ نے اوسکو کیا ہے یعنی عمرہ حج کے ساتھ جس سے آپکو
حضرت عمر کی جہالت قدر معلوم ہوئی کہ وہ ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ جس چیز کو قرآن میں
حلال بنایا گیا اور رسول اللہ نے اوسکو کیا ہم اوس سے منع کرتے ہیں۔

اگر اسکی وجہ دریافت کیجئے تو صاف معلوم ہو کہ چونکہ حجۃ الوداع میں جملہ صحابہ نے حج
اسی قاعدہ سے کیا تھا کہ پہلے عمرہ پھر حج جسکو حج تمتع کہتے ہیں لہذا خلیفہ دوم کا داؤں
اوسپر نہ چل سکا کیونکہ لاکھوں صحابی نے کیا تھا۔ بخلاف متعۃ النساء کہ اوسکے کرنیوالے تھوڑی صحابہ
تھے جنھوں نے بضرورت متعہ کیا تھا اسوجہ سے اوسپر زیادہ زور نہیں دیا گیا بجز اسکے کہ جن جن
صحابہ نے متعہ کیا تھا اونھوں نے موقع محل پر اظہار حق کر دیا چنانچہ صحابہ سے جناب امیر ابن

عباس۔ جابر بن عبد اللہ انصاری۔ ابو سعید خدری سبرۃ ابن مسعود سلمہ اکوع۔ سلمہ بن معبد جہنی عمران بن حصین کے اسامی مذکور ہو چکے۔

بہر حال اڈیٹر صاحب نے جن وجوہ سے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ حالت اضطرار میں مثل اکل میتہ ولحم خنزیر (جسکی طہارت کے قائل ہین) وہ نہایت قوی ہین۔ کیونکہ حالت اضطرار سے ان امور کو کیا تعلق لہذا آپکو ماننا پڑیگا کہ یہ اون اصحاب کی عظمت ہی ہے جنمین امام ترمذی بھی داخل ہے حنفی الجملہ رخصت کے راوی ہین۔

حالانکہ یہ سب افترا حضرت ابن عباس پر صدہا علما راوی ہین کہ ابن عباس متعہ کو مطلقاً جائز ومباح جانتے چنانچہ علامہ سرخسی مبسوط مین لکھتے ہین کما فی تشیید المطاعن صفحہ ۱۲۰۴

بلغنا عن رسول اللہ انہ احل المتعۃ ثلاثۃ ایام الدہر فی غزاۃ غزاہا اشتد علی الناس فیہ العزۃ ثم نہی عنہا وتفسیر المتعۃ ان یقول للامرأۃ اتمتع بک کذا من المدۃ بکذا من المال وھذا باطل عندنا جائز عند مالک بن انس وھو الظاہر من قول ابن عباس۔ جس سے معلوم ہوا کہ امام مالک مطلقاً متعہ کو جائز جانتے ہین۔

اور یہی ظاہر قول ابن عباس بھی ہے تبیان الحقائق زیلعی مین ہے وقال مالک ھو جائز لانہ کان مشروعاً فیبقی الی ان یظہر ناسخہ واشتہر عن ابن عباس تحلیلہا وتبعہ علی ذلک اکثر اصحابہ من اہل الیمن ومکہ۔

اس سے بھی مالک اور ابن عباس اور انکے اصحاب کا اہل یمن ومکہ سے جائز جاننا بلاقید ضرورت وغیرہ ظاہر ہے۔ ان سب کے علاوہ خود صحیح مسلم مصنف عبد الرزاق وابن ابی شیبہ وسنن نسائی علی ما فی فتح القدیر۔ وابن المنذر۔ وابن جریر طبری وابن عبد البر۔ وابن بطال شارح بخاری۔ وزمخشری۔ بغوی۔ وقرطبی۔ وابن اثیر وسبط ابن الجوزی۔ سبکی۔ عسقلانی۔ ابن الہمام۔ زیلعی۔ عینی۔ قاضی خان۔ قاضی جگن ہندی وصاحب کافی۔ ومحمد بن محمود حنفی وسیوطی وعلی قاری وزرقانی وشہاب الدین احمد وملا علی متقی۔ ومحمد بن طاہر گجراتی وولی اللہ دہلوی کی روایتین موجود ہین جنمین انکی تصریح موجود ہے کہ ابن عباس بلاقید ضرورت وغیرہ متعہ کو مطلقاً جائز جانتے تھے اگر تفصیل کا شوق ہو

[illegible] طاعن صد ۲۰۴ ملاحظہ ہو۔

حضرت ابن عباس کے قول بجواز متعہ کو مطلقاً بھی کافی ہے کہ علامہ ابن القیم زاد المعاد مین لکھتے ہین کہ عروہ بن الزبیر نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ تم جواز متعہ کا فتوی دیتے ہو حالانکہ ابوبکر عمر نے ایسا نہین کیا۔ تو ابن عباس نے کہا اپنے ماں سے پوچھو تو پھر عروہ [illegible] ابوبکر عمر نے تو نہین کیا تو ابن عباس نے کہا ہم دیکھتے ہین کہ تملوگ نہین باز آؤ کے جب تک خدا کا عذاب تم پر نہ نازل ہو کیونکہ ہم تو رسول اللہ کی حدیث بیان کرتے ہین اور تم ابوبکر و عمر کی تو عروہ نے کہا وہ دونو ابوبکر و عمر تم سے زیادہ عالم تھے سنت کے ساتھ جسکا جواب امام ابن حزم یون دیتے ہین کہ اے عروہ حضرت ابن عباس سنت رسول اور سنت ابوبکر و عمر کے تجھسے زیادہ عالم تھے اور بہ نسبت تیرے وہ ہمون سے زیادہ اولی تھے جس مین کوئی مسلمان شک نہین کرسکتا اور عائشہ ام المومنین تم سے زیادہ سچی اور عالم تھین۔ جبھی تو انھون نے ابن عباس کے نسبت کہا وہ اعلم ناس ہین باموررج صد ۲۱۹ جلد ۲

ابن القیم نے اس روایت کو متعۃ الحج کے نسبت لکھا ہے۔ مگر مطلب ایک ہی ہے کہ متعۃ النساء کو بھی وہی حرام بتاتے ہین اور متعۃ الحج کو بھی وہی حرام کرتے ہین اور جس دلیل سے عروہ قول ابن عباس کو باطل کرتے تھے جبھی وہ کہتے جبتک تم پر عذاب نہ نازل ہوگا نہ مانوگے خلیفہ کی دلیل اہلسنت بھی ہے کہ عمر نے یون کیا۔

[illegible] مختصر یہ کہ متعہ قرآن کے خلاف۔ حدیث کے خلاف۔ امیر المومنین علی مرتضی کی متفقہ روایت کے خلاف بلکہ عقل خالص کے خلاف۔ سلئے آریہ گزٹ کے نامہ نگار کو اسپر غور کرنا چاہیے کہ اور شیعون کو حضرت علی مرتضی امیر المومنین کی مرفوع روایت کو رد کرتے ہوے اوسکا انجام پوچھنا چاہیے ؎

من نگویم کہ این مکن آن کن
مصلحت بین و کار آسان کن

اقول ہمنے بخیال اختصار قول سابق کا جواب اجمالی دیا اور بتایا کہ قیاس متعہ اور لحم خنزیر قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ لحم خنزیر کو خدا نے حرام کیا تھا لہذا مذہب اہلسنت یہ قرار پایا

کہ وہ پاک ہے۔ اور متعہ کو چونکہ خلیفہ دوم نے حرام کیا ہے اسلئے اسقدر بھی وہ جائز نہیں جسقدر کہ اکل میتہ یا لحم خنزیر جائز ہوتا ہے۔

مگر یہ آپنے کیونکر کہا کہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے کیونکہ فضل خدا سے قرآن وحدیث کا تماشا تو آپنے دیکھ لیا اور سمجھ لیا کہ بجز حکم خلیفہ دوم اور کوئی دلیل آپکے پاس حرمت متعہ کی نہیں۔ مختصراً ہم نمبروار دلائل کو پھر لکھتے ہیں کہ شاید آپکو راحت حاصل ہو۔

دلیل اول تو وہی قرآن مجید ہے جس سے کسی طرح انکار ہی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس آیہ کا علم ہی آیہ متعہ قرار پاچکا ہے کما مر مرارۃ۔

دلیل دوم شیخ عبدالحق دہلوی جذب القلوب اور مدارج النبوۃ میں بذیل ذکر جنگ خیبر لکھتے ہیں

ونہی از متعہ نساء کہ نکاح است تا مدت معین نیز از وقایع النسب و متعہ مباح بود در اول اسلام تا غزوہ خیبر پس حرام گردانیدہ شد درین غزوہ بعد ازان مباح گردانیدہ شد در فتح مکہ مراد یوم اوطاس است کہ پس از فتح مکہ است وتسمیہ کردہ شد بدان از جہت قرب زمان اتصال او بدان بعد ازان حرام گردانیدہ شد بعد از سہ روز تحریم موبد و مخالفت نیست دران ہیچکس مگر روافض صفحہ ۳۲ جلد ۲

جس سے معلوم ہوا کہ ابتدائے اسلام سے عہد رسول اللہ میں متعہ حلال تھا جسکو اٹھارہ برس سے کچھ زیادہ زمانہ ہوا تو کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ جو کام حضرت کے تمام زمانہ رسالت میں جاری رہا ہو اوس میں کسی طرح عیب ہو سکتا ہے۔

یہیں سے جناب امیر کے اوس قول کی بھی حقیت معلوم ہوتی ہے جو حضرت فرماتے تھے اگر عمر متعہ کو نہ روکتے تو بجز شقی کوئی زنا نہیں کرتا کیونکہ پھر زنا کی ضرورت ہی نہوتی اسلئے کہ زنا پر حد شرعی آتی ہے اور زانی و زانیہ دونوں اخفائے جرم کے لئے اپنے راز کو پوشیدہ کرتے ہیں۔ پھر وہ فوائد بھی زنا سے نہیں حاصل ہو سکتے جو اس متعہ سے حاصل ہوتے ہیں کہ ایک مرد حلال کرتے سکے ابتغا کی ضرورت نہیں تو اب تا مدۃ معینہ دونوں مثل زن و شوہر ہیں اور ایک دوسرے کا نگران و خیرخواہ رہتا۔ اسکو اڈیٹر صاحب نے بھی مانا ہے کہ متعہ مثل ملکی رواج کے صحابہ میں رائج تہا۔

دوسرے یہ کہ جو لوگ دلیل عقلی سے متعہ کا بطلان کیا چاہتے ہین ادن کا یہی جواب ہو گیا کہ آپ بحمایت خلیفہ دوم اوس فعل کو ناجائز کہہ رہے ہین جو بحکم خدا و رسول تمامی صحابہ مین رائج اور جاری تھا تو بتائیے آپ مسلمان ہین یا کیا۔؟

دلیل سوم صحیح مسلم مین ہے کتاب النکاح کہ حضرت جابر نے کہا استمتعنا علی عہد رسول اللہ و ابی بکر و عمر ۔

یہی روایت پھر اوسی صحیح مسلم مین اس طرح ہے کنا نستمتع بالقبضۃ من التمر والدقیق الایام علی عہد رسول اللہ و ابی بکر حتی نھی عنہ عمر فی شان عمرو بن حریث اس قسم کی صدہا حدیثین صحاح اہلسنۃ مین وارد ہین جس سے بدیہی طور پر متعہ کا جواز ثابت ہے کیونکہ اولاً خود صحابہ کا یہ کہنا کہ حضرت کے زمانہ مین ایسا کرتے تھے یا ایسا ہوتا تھا اس کی دلیل ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے یا حضرت نے خود اپنی زبان سے فرمایا۔

نخبۃ الفکر ابن حجر مین ہے ومثال المرفوع من التقریر حکما ان یخبر الصحابی انھم کانوا یفعلون فی زمان النبی کذا فانہ یکون لہ حکم الرفع من جھۃ ان الظاہر اطلاعہ علی ذلک ۔

یعنی اگر صحابی اسکی خبر دے کہ ہم حضرت کے زمانہ مین ایسا کرتے تھے تو یہ بھی اس حکم مین ہے کہ حضرت نے اس کا حکم دیا کیونکہ حضرت کو اسکی خبر ضرور رہی ہو گی اور اگر یہ فعل ناجائز ہوتا تو ضرور منع فرماتے شرح نخبہ مین اسکی توجیہ یون کی گئی ہے کہ وہ زمانہ نزول وحی کا تھا اور صحابہ کا معمول تھا ہر امر کو دریافت کرتے ۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ وہ کوئی کام ناجائز بالاستمرار کرین اور حضرت منع نہ فرمائین ۔ جابر بن عبداللہ اور ابو سعید خدری اسی اصول پر عزل کو جائز جانتے کہ ہم عہد رسول مین یہ کام کرتے اور قرآن نازل ہوا کرتا تھا ۔ اگر یہ فعل ناجائز ہوتا تو ضرور نہی وارد ہوتا لہذا صرف صحابی کا یہ کہنا کہ ہم حضرت کے زمانہ مین ایسا کرتے تھے دلیل جواز ہے ۔

ثانیاً خود شاہ صاحب نے باب فقہ مین لکھا ہے کہ سکوت معرض بیان مین مفید حصر ہے تو حضرت جابر کا یہ کہنا کہ ہم ایسا کرتے تھے اور اوسکے بعد ناسخ کو نہ بیان کیا دلیل ہے کہ اسکی کوئی ناسخ نہ تھا ۔

ثالثاً خود حضرت جابر کا یہ بیان کہ ہم عہد رسول اور زمانہ ابوبکر اور ابتدائے عمر میں بھی متعہ کرتے تھے اسکی دلیل ہے کہ حضرت جابر اس کو دلیل جواز متعہ جانتے تھے۔

رابعاً جابر کا یہ کہنا کہ ہم متعہ کرتے تھے عہد رسول اور زمانہ ابوبکر میں اور نصف زمانہ عمر میں اوسکے بعد عمر نے اوس سے منع کیا۔ اسکی دلیل ہے کہ کوئی ناسخ نہ تھا کیونکہ جب عمر نے منع کیا تو کم سے کم یہ کہدیتے عمر نے فلان دلیل سے منع کیا۔ پس باوصف ممانعت عمر اون کا یہ کہنا کہ ہم لوگ اس طرح کیا کرتے اسکی دلیل ہے کہ اونکے نزدیک متعہ ہمیشہ جائز رہا۔

دلیل پنجم کنز العمال میں ہے ترجمۃ المتعۃ من کتاب النکاح من حرف النون قسم الافعال صفحہ ۲۹۳ ج ۸

عن سلیمان بن یسار عن ام عبد اللہ ابنۃ ابی خیثمۃ ان رجلا قدم من الشام فنزل علیہا فقال ان العزبۃ قد اشتدت علی فابغنی امرأۃ اتمتع معہا قالت فدللتہ امرأۃ فشارطہا فاشہدوا علی ذلک عدولا فمکث معہا ماشاء اللہ ان یمکث ثم انہ خرج فاخبر عن ذلک عمر بن الخطاب فارسل الی ھذا الذی احق ماحدثت قلت نعم قال فاذا قدم فاذنینی بہ فلما قدم اخبرتہ فارسل الیہ فقال ما حملک علی الذی فعلتہ قال فعلتہ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم لم ینہنا عنہ حتی قبضہ اللہ ثم مع ابی بکر فلم ینہنا عنہ حتی قبضہ اللہ ثم معک فلم تحدث لنا فیہ نہیا فقال عمر اما والذی نفسی بیدہ لو کنت تقدمت فی نہی لرجمتک بینوا حتی یعرف النکاح من السفاح ابن جریر۔

سب احادیث کو چھوڑ کر اس دلیل کو علیحدہ اسلئے ذکر کیا کہ اسمین تین چار صحابی کی شرکت ظاہر ہوتی ہے۔ مگر جواز متعہ کا فتوی دیرہے ہین ام عبد اللہ بنت ابی خیثمہ راوی ہین کہ ایک شخص شامی ہمارے یہان مہمان ہوا اور کہا کہ نسوان کی خواہش ہمپر غالب ہے کسی عورت کو بتاؤ کہ اوس سے متعہ کرین۔ ام عبد اللہ نے ایک عورت کا پتہ دیا کہ جس سے باضابطہ متعہ کیا اور عادل لوگ اوسکے گواہ ہوے جبتک اوس شامی نے چاہا قیام کیا پھر چلا گیا اوسکے بعد عمر کو خبر ملی تو اوسکو بلا بھیجا اور اس واقعہ کو دریافت کیا ہمنے کہا کہ ضرور ایسا ہوا۔ عمر نے کہا

اب اگر آئے تو ہمکو خبر کرنا چنانچہ جب وہ شخص آیا تو اوس عورت نے عمر کو اسکی خبر دی۔ عمر نے بلا بھیجا اور
پوچھا کہ کیوں تمنے ایسا کیا تو اوس نے کہا ہم صحبت رسول مین رہے اور متعہ کیا کبھی حضرت نے
منع نہ کیا یہانتک کہ آپنے انتقال کیا پھر ابوبکر کے ساتھ بھی متعہ کرتے رہے اور اونھون نے منع
نکیا۔ پھر تمھارے زمانہ مین بھی کیا اگر تمنے بھی کبھی منع کیا۔ عمر نے کہا خیر اب دیکھو اگر ایسا کروگے تو ہم ضرور
سنگسار کر دینگے۔

اب اس سے بڑھکر کیا دلیل جواز متعہ ہونا چاہیے کہ وہ صحابی شامی خود خلیفہ دوم کے منہ پر
کہہ رہا ہے ہم عہد رسول مین متعہ کرتے تھے اور حضرت نے تا وقت انتقال اوس سے منع نہیں کیا
بلکہ زمانہ ابوبکر مین بھی کرتے رہے اور مرتے دم تک اونھون نے بھی نہ روکا بلکہ وہ کہہ رہا ہے کہ ہم
تمھارے زمانہ مین بھی برابر کرتے رہے اور کبھی تمنے نہ روکا۔ اس سے بڑھکر کیا دلیل اسکی ہوسکتی
ہے کہ رسول اللہ صلعم نے نہین منع کیا تھا۔ وہو المطلوب

ام عبد اللہ کو آپ کیا جانین یہ کون صحابیہ تھین جنھون نے ایک صحابی کے متعہ کرنے مین
والی کے معزز خدمت کو انجام دیا ہے۔ انکا نام لیلی ہے حضرت عمر کے خاندان سے تھین۔
العدویہ کہ یہ عدوی تھین امرأة عامر بن ربیعہ ہاجرت ہجرتین وصلت القبلتین
استیعاب

یہ عامر بن ربیعہ کی زوجہ ہین جنھون نے دو مرتبہ ہجرت کیا اور دونون قبلہ کی طرف نماز پڑھی۔
یہ اوسوقت مشرف بہ اسلام ہوئی تھین کہ حضرت عمر بت پرستی کرتے تھے چنانچہ اصابہ مین ہے صفحہ ۱۸۱ جلد ۸
کانت زوج عامر بن ابی ربیعہ ولدت له عبد اللہ قال ابن سعد اسلمت قدیما وبایعت
وکانت من المهاجرات الاولی هاجرت الی الحبشه ثم الی المدینة یقال انها اول
ظعینة دخلت المدینة فی الهجرة ویقال ام سلمه وذکر ابن اسحاق فی روایة یونس
بن بکیر وغیره عن عبد الرحمن بن الحارث عن عبد العزیز بن عبد اللہ بن عامر بن
ربیعه عن امه لیلی قالت کان عمر بن الخطاب من اشد الناس علینا فی اسلامنا فلما
تهیأنا للخروج الی ارض الحبشه جاءنی عمر وانا علی بعیری فقال این ام عبد اللہ فقلت
اذ یتونا فی دیننا فنذهب الی ارض اللہ قال صحبکم اللہ ثم ذهب الخ۔

زوجہ عامر بن ربیعہ ہین جس سے عبد اللہ پیدا ہوئے یہ بہت قدیم الاسلام ہین اور حضرت کی بیعت کی تھی یہ اون مہاجرات سے ہین جنھون نے حبشہ اور مدینہ دونون طرف ہجرت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ہملوگ کے اسلام کے سب سے بڑے دشمن عمر تھے جب ہم ہجرت کی نیت سے حبشہ جانے لگے تو عمر آئے اور ہم اپنے اونٹ پر بیٹھ چکے تھے۔ عمر نے پوچھا ام عبد اللہ کہان ہے تو ہمنے کہا تملوگون نے ہمکو دین خدا مین اذیت دی لہذا خدا کی زمین مین جا رہے ہین۔ عمر نے کہا خدا حافظ

اس سے معلوم ہوا کہ جسوقت حضرت عمر کافر تھے یہ زن صالحہ مومنہ تھی اور بنص رسول ثابت ہے کہ جن لوگون نے طرف حبشہ کے ہجرت کیا وہ عمر سے افضل تھے۔ پھر ایسی مقدس صحابیہ کی شرکت اس متعہ مین کہ ایک صحابی دوسری صحابیہ سے متعہ کر رہا ہے کیا کسی طرح ناجائز ہو سکتا ہے۔ پھر اگر متعہ درحقیقت ناجائز تھا تو عمر صاحب نے اس صحابیہ پر کیون نہ اعتراض کیا کہ تم کیون اس امر ناجائز مین شریک ہوین بلکہ اسکی باعث کہ اوس عورت کو متعہ کیلئے ٹھہرایا۔

دلیل ششم کنز العمال مین ہے عن ابی قلابہ ان عمر قال متعتان کانتا علی عھد رسول اللہ انا انہی عنہما و اضرب فیہما۔ کہ عمر کہتے تھے کہ متعہ عہد رسول مین تھا جس سے ہم منع کرتے ہین اور اوسکو مارتے ہین۔

اور دوسری روایت مین ہے انہی عنہما و اعاقب علیہما ہم اس سے منع کرتے ہین اور عقاب کرتے ہین اوسپر جو کرے۔ تو کیا اب کسیکو اس مین شک رہ سکتا ہے کہ یہ فعل حضرت عمر کا تھا جنھون نے اس ذریعہ سے اپنی خدائی دکھائی۔ کیونکہ رسول اللہ کو بھی یہ حق نہ تھا کہ اپنے دل سے کوئی چیز حرام کرین جبتک حکم خدا نہو۔

دلیل ہفتم مسند امام احمد بن حنبل مین ہے حدثنا عبد اللہ قال حدثنی ابی حدثنا بھز قال وحدثنا عفان قالا ثنا ہمام ناقتادہ عن ابی نضرۃ قال قلت لجابر بن عبد اللہ ان ابن الزبیر ینہی عن المتعۃ وان ابن عباس یامر بہا قال فقال علی یدی جری الحدیث تمتعنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال عفان ومع

ابی بکر فلما ولی عمر خطب الناس فقال ان القران ھو القران وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو الرسول وانھما کانا متعتان علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احدھما متعۃ الحج والاخری متعۃ النساء۔

یعنی عبد اللہ راوی ہین کہ ہمنے جابر بن عبد اللہ سے کہا کہ عبد اللہ بن زبیر متعہ سے منع کرتے ہین اور ابن عباس اوسکا فتوی دیتے ہین تو جابر نے کہا ہم لوگون نے خود رسول اللہ کی صحبت مین متعہ کیا ہے۔ عفان کہتے ہین اور ابو بکر کے زمانہ مین بھی جب عمر خلیفہ ہوے تو انھون نے خطبہ دیا کہ قرآن تو وہی قرآن ہے اور رسول اللہ وہی رسول ہین۔ دو متعہ حضرت کے زمانہ مین تھے ایک متعۃ النسا دوسرے متعۃ الحج۔

اب اس سے بڑھکر کیا دلیل درکار ہی کہ حضرت عمر مجمع صحابہ مین بالاے منبر کہہ رہے ہین قرآن تو وہی ہے رسول وہی ہے دو متعہ عہد رسول مین ضرور جاری تھا اور یہ نہ کہہ سکے کہ منسوخ ہوا لہذا صاف معلوم ہوا کہ عمر صاحب اسکے حرام کرنے والے ہین بذات خاص لہذا وہی شخص اسکی حرمت کو مان سکتا ہے جو امت حضرت عمر سے ہے امۃ محمدیہ کا تو کوئی متنفس بھی نہین مان سکتا۔

دلیل ہشتم ازالۃ الخفا مین ہے قال ابو جعفر محمد بن جریر الطبری فی تاریخہ روی عبد الرحمٰن بن زید عن عمران بن سوادۃ اللیثی قال صلیت الصبح مع عمر فقرأ سبحان الذی اسری وسورۃ معھا ثم انصرف فقمت معہ فقال احاجۃ قلت حاجۃ قال فالحق فلحقت فلما دخل اذن فاذا ھو علی رمال سریر لیس فوقہ شیٔ فقلت نصیحۃ قال مرحبا بالناصح غدوا وعشیا قلت عابت امتک او قال رعیتک علیک اربعا قال فوضع الدرۃ ثم ذقن علیھا ھکذا روی ابن قتیبہ وقال ابو جعفر فوضع راس درتہ فی ذقنہ ووضع اسفلھا علی فخذہ وقال ھات قال ذکروا انک حرمت المتعۃ فی اشھر الحج وزاد ابو جعفر وھی حلال ولم یحرمھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ابو بکر فقال اجل انکم اذا اعتمرتم فی اشھر حجکم رأیتموھا مجزیۃ من حجکم فقرع حجکم وکانت قائمۃ [illegible]

قوب عامها وانجح بهاء من بهاء الله وقد اصبت قال وذکروا انه حرمت
متعة النساء وقد کانت رخصة من الله نستمتع بقبضة ونفارق عن ثلث
قال ان رسول الله صلے الله علیه وسلم قد احلها فی زمان ضرورة ورجع
الناس فی السعة ثم لم اعلم احدا من المسلمین عاد الیها ولا عمل بها فالان من
شاء نکح بقبضة وفارق عن ثلث بطلاق وقد اصبت قال وذکروا انك اعتقت
الامة ان وضعت ذا بطنها بغیر عتاقة سیدها قال الحقت حرمة بحرمة وما اردت
الا الخیر واستغفر الله قال وشکوا منك عنف السیاق وشدة النهر للرعیة
قال فنزع الدرة ثم مسحها حتی اتی علی سیورها وقال وانا زمیل محمد
صلے الله علیه وسلم فی غزاة قرقرة الکدر فوالله انی لارتع فاشبع واسقی
فاروی وانی لاضرب العروض وازجر العجول وادب قدری واسوق خطوتی
وارد اللفوت واضم العنود واکثر الزجر واقل الضرب واشهر بالعصا وادفع بالید
ولولا ذلك لاغدرت قال ابو جعفر فکان معاویه اذا حدث بهذا الحدیث
یقول کان والله عالما برعیته ـ ص ۲۰۵ جلد ۲

عمران بن سوادہ لیثی کہتے ہین ہمنے عمر کے ساتھ نماز صبح پڑھی اوسکے بعد اوٹھے تو ہم
بھی ساتھ اوٹھے پوچھا کوئی حاجت ہے ہمنے کہا ہان تو کہا ساتھ آؤ جب داخل مکان ہوئے
تو ہم بھی گئے اور داخل مکان ہوئے اور کہا ایک نصیحت کیلئے ہم آئے ہین عمر نے کہا ناصح کو صبح
وشام مرحبا ہو بتاؤ وہ کیا نصیحت ہے ۔ ہمنے کہا آپکی امت یا رعیت چار باتین آپکی ناپسند کرتی
ہین ۔ یہ سنکر درہ رکھدیا اور ٹھڈی رکھکر اوسپر سننے لگے ۔ ہمنے کہا ایک یہ ہے کہ تمنے متعہ حج
کو اشہر حج مین حرام کردیا حالانکہ وہ عہد رسول سے حلال تھا نہ رسول اللہ نے اوسکو حرام کیا نہ ابو بکر
نے ۔ عمر نے کہا ہمنے ایسا ضرور کیا ہے اسوجہ سے کہ جب عمرہ کو لوگے تو اوسکو کافی سمجھکر حج کو
چھوڑ دوگے حالانکہ حج بہار خدا سے ہے ۔ لہذا ہمنے جو حکم دیا وہ بہت ٹھیک ہے (مگر یہ
بالکل افترا ہے مسلمانون پر حج کبھی نہین ہوا)

دوسرا اعتراض تمپر یہ کیا جاتا ہے کہ تمنے متعة النسا کو حرام کردیا حالانکہ خدا کی طرف سے

رخصت تھی کہ ایک مشت خرما پر متعہ کرتے اور تین روز کے بعد اوسکو چھوڑ دیتے. عمر نے
کہا رسول اللہ نے اسکو بوقت ضرورت جاری کیا تھا (حالانکہ آپ پڑھ آئے ہین کہ اٹھارہ برس
سے یہ جاری تھا) اب لوگون کو وہ تنگی نہین رہی لہذا جسکا جی چاہے ایک قبضہ پر نکاح
اور تین روز کے بعد طلاق دے اس حکم مین بھی ہم صواب پر ہین (اس سے بھی معلوم
ہوا ایجاد خاص ہے نہ حکم رسول)

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ تمنے ام ولد کے بیع کو حرام کیا چوتھے یہ کہ تمھاری رعیت اس کی
بہت شاکی ہے کہ تم سیاست مین بہت سختی کرتے ہو جس سے تمھاری رعیت سخت تکلیف
مین ہے عمر نے یہ سنکر درہ کو پوچھ کر رکھدیا اور اپنی سختی و شدت کی معذرت کی۔

اس تمام تقریر کو پڑھ جایئے مگر کسی لفظ سے نہ نکلیگا کہ ان امور مین کسی طرح قول خدا و رسول
کو اپنی دلیل قرار دیا ہو بلکہ اپنی رائے اور سمجھ کی بنیاد پر حلال و حرام سب کیا۔

اسی وجہ سے علامہ ابن القیم نے صاف صاف کہہ دیا و یدل علی ان ذلک رای محض
لا ینسب الی انہ مرفوع الی النبی یعنی اسکی دلیل ہے کہ محض عمر کی رائے ہے نہ حکم خدا و رسول
کیونکہ ابو موسی اشعری نے کہا یا امیر المومنین ما احدثت فی شان النسک
یعنی اے امیر المومنین آپنے حج کے بارے مین کونسی بدعت قائم کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ
ابو موسی بھی سمجھتے تھے کہ عمر یہ نئی بدعت ایجاد کر رہے ہین اور پھر اونکی متابعت کرتے ہین۔

دلیل نہم یہ کہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء مین جہان انکی بہت سی بدعتون کو گنا ہے اوس مین
کہا اول من حرم للمتعۃ یعنی سب سے پہلے متعہ کو حرام کرنیوالے یہی ہین

دلیل دہم یہ کہ کنز العمال مین ہے عن علی قال لولا ما سبق من رای عمر بن الخطاب
لامرت بالمتعۃ ثم ما زنی الا شقی رواہ عبد الرزاق فی جامعہ و ابی
ابو داؤد فی ناسخہ و ابن جریر ص ۲۹۴ جلد ۸

کہ جناب امیرؑ نے فرمایا اگر عمر کی رائے اس بارے مین سبقت نہ کر جاتی تو ہم حکم دیتے متعہ کا پھر نہ
زنا کرتا مگر وہی جو شقی ہوتا۔ اس روایت کے راوی امام عبد الرزاق امام ابو داود امام
طبری امام ثعلبی امام فخر رازی نیشاپوری سیوطی ملا علی متقی سبھی ہین۔

دلیل یازدہم تفسیر درمنثور سیوطی مین ہے عن ابن عباس قال یرحم اللہ عمر ما کانت المتعۃ الا رحمۃ من اللہ رحم اللہ بہا امۃ محمد لولا نہیہ عنہا ما احتاج الی الزنا الا شقیا ای الا قلیلا من الناس ص۱۴۱ جلد ۲

یعنی ابن عباس نے فرمایا خدا رحم کرے عمر پر کہ متعہ تو خدا کی طرف سے ایک رحمت تھی جس سے اوس نے امت محمدیہ پر رحم کیا تھا اگر عمر اس سے منع نہ کئے ہوتے تو نہ زنا کرتا مگر شفا یعنی بہت کم لوگ - نہایہ ابن اثیر جزری مین لغت شفا وفی حدیث ابن عباس ما کانت المتعۃ الا رحمۃ رحم اللہ بہا امۃ محمد لولا نہیہ عنہا ما احتاج الی الزنا الا شفا ای الا قلیلا من الناس سے

اور مجمع بحار الانوار گجراتی مین ہے فی حدیث المتعۃ لولا نہیہ عنہا ما احتاج الی الزنا الا شفا ای الا قلیل من الناس وقیل والاشفا ای الا ان نسفی ای بشرف علی الزنا ولا یواقعہ ص

یہ سب عبارتین بتا رہی ہین کہ حضرت ابن عباس متعہ کو رحمت خدا بتا رہے ہین جس سے خدا نے اس امت پر رحم کیا تھا حضرت عمر پر اعتراض کر رہے ہین کہ دنیا مین جسقدر زنا کاری کا رواج ہے وہ اونھین کی بدولت جنھون نے متعہ کو حرام کیا - ورنہ اگر وہ نہ روکتے تو پھر کوئی ایسا ہی شقی ہوتا جو زنا کرتا - اب بتائیے کہ جس شخص کا یہ فتوی ہو اوس پر کس منہ سے یہ اتہام لگایا جاتا ہے وہ متعہ کو حرام سمجھتے تھے یا مثل اکل میتہ ضرورت کی حالت مین جائز جانتے جیسا کہ میان ترمذی نے لکھا ہے ۔

افسوس کہ خیال اختصار اس طرح قلم کو روک رہا ہے کہ کسی مضمون کو بھی ہم تفصیل سے نہین لکھ سکتے - کیونکہ یہ تو آپنے اچھی طرح دیکھ لیا بہت سے صحابہ ہین جو متعہ کو جائز و مباح جانتے ہین - مگر جسقدر جناب امیر اور ابن عباس پر افترا کیا گیا ہے اوتنا کسی پر نہین عمران ابن حصین کہہ رہے ہین خدا نے آیہ متعہ نازل کیا پھر کوئی ناسخ نہین آیا رسول اللہ کے زمانہ مین ہمنے کیا کبھی آپنے منع نہ کیا - اسکے بعد ایک مرد اوٹھتا ہے اور اپنے دل سے جو چاہتا ہے کہہ گزرتا ہے - مگر اہلسنت کو اسکی پروا نہین - بخلاف اسکے جناب امیر اور ابن عباس پر اسقدر

افترا کیا گیا جسکی کوئی حد نہین ۔ کیونکہ کلام ترمذی مین آپ پڑھ چکے ہین ابن عباس آیۂ ملکہ سے حرمت متعہ کے قائل تھے ۔ پھر جواز کے کیونکر قائل ہو گئے ۔ ابن عباس تو یون کہتے کہ اگر عمر متعہ کو حرام نہ کرتے تو پھر کوئی زنا ہی نہین کرتا مگر رواۃ اہلسنت کا یہ حال ہے کہ صرف اس غرض سے کہ عمر صاحب کا الزام ہلکا ہو ابن عباس کو بھی اون کا شریک کرتے ہین ۔ حالانکہ خود تفسیر درمنثور سیوطی مین ہے ۔

اخرج عبد الرزاق وابن المنذر من طریق عطاء عن ابن عباس قال یرحم اللہ عمر ما کانت المتعۃ الا رحمۃ اللہ رحم بہا امۃ محمد ولولا نہیہ عنہا ما احتاج الی الزنا الا شقی قال وھی التی فی سورۃ النساء فما استمتعتم بہ منہن الی کذا وکذا من الاجل علی کذا وکذا وقال لیس بینہما وراثۃ فان بدا لہما ان یتراضیا بعد الاجل فنعم وان تفرقا فنعم ولیس بینہما نکاح واخبرانہ سمع ابن عباس یراھا الان حلال صفحہ ۱۴۰ جلد ۲

یعنی ابن عباس فرماتے ہین خدا رحم کرے عمر پر کہ متعہ تو ایک خدا کی رحمت تھی جس سے اوسنے امۃ محمدیہ پر رحم کیا اگر عمر نہ منع کرتے تو بجز کسی شقی کے کوئی زنا نہ کرتا ۔ اور یہ وہی متعہ ہے جسکا ذکر سورہ نساء مین ہے کہ خدا نے فرمایا استمتعتم جس چیز کی بدولت تمنے اون سے متعہ کیا ایک معین زمانہ تک معین اجر پر ۔ اور کہا کہ دونون مین میراث نہین ہے بعد مدت اگر وہ دونون چاہین تو مدت کو بڑھا دین ۔ ابن عباس متعہ کو اب بھی جائز اور مباح جانتے ہین ۔

اب فرمایئے کہ آخر اہلسنت کا مذہب کیا ہے کیونکہ خدا اور رسول کوئی بھی تو تہمت سے نہین بچا طرہ تو یہ ہے کہ خود حضرت عمر اس صراحت سے اپنی اصابت رائے کو ظاہر کرین کہ بمقابلہ حکم خدا و رسول ہماری رائے درست ہے مگر حضرات اہلسنت یہ کہتے ہین کہ عمر نے خود نہین حرام کیا بلکہ حکم رسول کو بیان کیا اس زبردستی کا کیا علاج ہے

طرہ تو یہ ہے کہ تاریخ ابن کثیر شافعی مین ہے کہ جناب امیر کے سمجھانے بوجھانے پر بھی ابن عباس اپنے فتوی جواز متعہ سے نہ پھرے دمع ھذا مارجع ابن عباس عما کان یذھب الیہ من

اباحتہ صفحہ ۱۲۱۹ تشئیہ

یعنی جناب امیر نے سب کچھ سمجھایا بقول اہلسنت حدیث رسول یاد دلایا مگر ابن عباس اپنے فتوی سے نہ پھرے جو اباحت متعہ کا فتوی دیتے تھے۔

فتح الباری مین ہے آخر کتاب النکاح ۔

قال ابن بطال روی اہل یمن ومکہ عن ابن عباس اباحۃ المتعۃ وروی عنہ الرجوع باسانید ضعیفۃ واجازۃ المتعۃ عنہ اصح وہو مذہب الشیعۃ یعنی ابن بطال کہتے ہین کہ اہل یمن اور اصحاب مکہ سب روایت کرتے ہین کہ ابن عباس متعہ کو مباح جانتے ۔ مگر بعض لوگون نے بسند ضعیف اسکی روایت کی ہے کہ اوہنون نے اس فتوی سے رجوع کیا مگر صحیح یہ ہے کہ وہ متعہ کو جائز جانتے اور یہی مذہب شیعہ ہے ۔

دلیل دوازدہم چونکہ مدار مذہب اہلسنت اتباع قول صحابہ پر ہے اور اوسکے بعد قول تابعین پر لہذا اب یہ دکھاتے ہین کہ دیکھئے تابعین مین سے کتنے لوگ جواز متعہ کے قائل تھے ۔ تابعین کے شرف کیلئے یہی کافی ہے کہ صحیح بخاری مین ہے کہ حضرت نے فرمایا خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم کہ بہترین زمانہ ہمارا زمانہ ہے پھر اون لوگون کا جو اسکے بعد ہین یعنی تابعین لہذا دیکھنا چاہیئے کہ تابعین عظام سے کتنے لوگ قائل بجواز متعہ تھے ۔

علامہ عینی عمدۃ القاری آخر کتاب النکاح مین لکھتے ہین صفحہ ۳۱۰ جلد ۹

وحکی ابو عمر الخلاف القدیم فیہ فقال واما الصحابۃ فانہم اختلفوا فی نکاح المتعۃ فذہب ابن عباس الی اجازتہا وتحلیلہا لاخلاف عنہ فی ذلک و علیہ اکثر اصحابہ منہم عطاء بن ابی رباح وسعید بن جبیر وطاؤس قال و روی ایضا تحلیلہا واجازتہا عن ابی سعید الخدری وجابر بن عبد اللہ قال جابر تمتعنا الی نصف زمن خلافۃ عمر حتی نہی الناس فی شان عمرو بن حریث ۔

یعنی ابو عمر کہتے ہین کہ اسمین قدیم سے خلاف ہے کیونکہ صحابہ سے ابن عباس تو مطلقاً متعہ کو جائز اور مباح جانتے تھے اسمین خلاف نہین عطاء وغیرہ یہی مذہب ہے اونکے اکثر اصحاب کا

مثل عطاء بن ابی رباح - سعید بن جبیر - طاؤس - کہا ابو عمر نے کہ ابو سعید خدری
اور جابر بن عبد اللہ (دونون صحابی ہین) قائل بجواز متعہ تھے - اور کہتے تھے کہ ہم نے
نصف زمانہ عمر تک متعہ کیا ہے -

اب دو ہی صورت ہے یا یہ کہین کہ متعہ بحکم خدا و رسول حلال تھا - عمر نے ذاتی مصلحت سے
حرام کیا اور لوگون نے بزور سلطنت اس حکم ناجائز کو مان لیا - یا یہ کہیئے کہ اتنے صحابہ اتنے تابعین
اتنے تبع تابعین نے حکم خدا و رسول کے خلاف متعہ کے جواز کا فتوی دیا - اگر پہلی صورت اختیار
کیجیے گا تو ہر طرح امان ہے کیونکہ سلاطین زمانہ کے اعمال و افعال کی شاہد تواریخ موجود ہین -
کہ وہ کیا کر گذرتے ہین خود مسلمانون نے بلکہ خود صحابہ اور اون کی اولاد نے خانہ رسول مین
آگ لگایا خانہ خدا کو منہدم کیا روضہ رسول کو بیحرمت کیا خاندان رسول کو قتل و اسیر کر کے
دربدر پھرایا ان مین سے اگر کوئی شخص متعہ کو کسی خاص غرض سے حرام کر کے تو اس
کیا تعجب ہے -

علامہ عینی نے تو صرف تین ہی تابعی کا نام لکھا جو متعہ کے مجوز تھے اور مرآۃ الزمان مین عطاء
بن ابی رباح ابن جریج - ابن ابی ملیکہ - طاؤس سب کا نام لکھا ہے تو اب فرمائیے متعہ کیونکر حرام ہو

(۲) طاؤس بن کیسان یمانی قال ابن حبان کان من عباد اھل الیمن ومن
سادات التابعین وکان قد حج اربعین حجۃ وکان مستجاب الدعوۃ مات سنہ ۱۰۱ قیل
سنہ ۱۰۶ تہذیب جلد ۵ صـ ۶

ابن حبان کہتے ہین اہل یمن کے بڑے عابدون سے تھے اور سادات تابعین سے چالیس
حج کیا تھا اور مستجاب الدعوۃ تھے اور دعا انکی ضرور قبول ہوتی -

صحاح ستہ مین ان کی روایتین بھری پڑی ہین عبادلہ اربعۃ یعنی عبد اللہ بن عمر -
عبد اللہ بن عمرو عاص - عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہین - ابو ہریرہ عائشہ
زید بن ثابت زید بن ارقم - سراقہ جابر وغیرہ صدہا صحابہ سے روایت کرتے ہین - بروایت
عبد الملک بن میسرہ پچاس صحابیون کی صحبت سے فائز ہوے - قال الزہری لو رایت
طاؤسا علمت انہ لا یکذب - قال ابن عیینہ متجنبوا السلطان ثلاثۃ ابو ذر ... فی

زمانہ وطاؤس فی زمانہ والثوری فی زمانہ صنا جلد ۵

یعنی خلیفہ وقت سے بچنے والے تین آدمی ہین ایک حضرت ابوذر اپنے زمانہ مین۔ (جنکو عثمان نے ربذہ مین جلاوطن کیا تھا) دوسرے طاؤس اپنے زمانہ مین اور ثوری اپنے زمانہ مین۔

پھر فرمایئے ایسا مقدس تابعی جو پچاس صحابیون کی خدمت مین حاضر ہوا اور اون کے علوم سے مستفیض ہوا کیا اوسکے نسبت یہ گمان ہو سکتا ہو کہ وہ فتوی جواز متعہ کا بلا دلیل دیتا تھا

(۱) سعید بن جبیر مخصوص تابعین سے ہین انکی تعریف مین اسیقدر کافی ہو کہ تہذیب ابن حجر عسقلانی مین ہے صد ۱۲ جلد ۴

قال عمرو بن میمون عن ابیہ لقد مات سعید بن جبیر وما علے ظہر الارض احد الا وھو محتاج الی علمہ یعنی عمرو بن میمون روای ہین کہ اوسکے باپ نے کہا آج سعید بن جبیر مر گئے مگر ایسے عالم تھے کہ اسوقت روے زمین مین کوئی ایسا نہین ہے جو اونکے علم کا محتاج نہ ہو۔

پھر بتایئے ایسے مقدس تابعی کا متعہ کرنا یا اوسکی اجازت دینا کیا وزن رکھتا ہے کیونکہ یہ ایسے تابعی ہین جنھون نے صدہا صحابی کو دیکھا اور اون سے حدیث سنا اور ابن عباس کے تو مخصوص شاگرد تھے۔ انکو حجاج ملعون نے ۹۵ھ مین شہید کیا۔ اور ان کا سن ۵۳ برس تھا۔ اسوجہ سے کہ ابن الاشعث کے ساتھ انھون نے بھی حجاج پر خروج کیا تھا۔

اس واقعہ کی تفصیل آپکو کشف الظلمات جلد ۴ مین ملیگی۔ سعید بن جبیر کی شہادت سے چند ہی روز بعد حجاج ملعون بھی واصل جہنم ہوا۔ اس خون ناحق کا اوسپر یہ اثر پڑا تھا کہ اکثر نیند سے چونک جاتا اور کہتا کہ ہمسے اور سعید بن جبیر سے کیا واسطہ آخر اسی حالت مین ملعون مرا۔

غرض ایسے مقدس تابعی کا متعہ کرنا یا متعہ کے جواز کا فتوی دینا آپکو نہین بتاتا کہ متعہ کیسا نافع اور جائز تھا کہ ایسے ایسے مقدس تابعی اوسکے جواز کا فتوی دیتے حالانکہ مذہب اہلسنت خلافت قائم ہو چکا تھا۔ ان کی روایت سے تمامی کتب اہل سنت مالا مال ہے۔

یہ وہی سعید بن جبیر ہین جنکا سر بعد شہادت لا الہ الا اللہ کہتا تھا جیسا تاریخ کامل وغیرہ مین موجود ہے۔

(۲) طاؤس کا حال مذکور ہو چکا۔

(۳) عطا ابن ابی رباح یہ بھی قائل بجواز متعہ تھے تہذیب التہذیب مین ہے قال خالد بن ابی نوف عن عطا ادرکت مائتین من الصحابۃ وعن ابن عباس انہ کان یقول یجتمعون الی یا اھل مکہ وعندکم عطاوکذا روی عن ابن عمر صد ۲۰۱ جلد ۷

یعنی خود عطا کا بیان ہے کہ ہمنے دو سو صحابیون کی شاگردی کی ہے اور حضرت ابن عباس اہل مکہ سے کہا کرتے تم ہمارے پاس کیون آتے ہو حالانکہ عطا تملوگون مین موجود ہین۔ اسیطرح ابن عمر بھی کہا کرتے یہانتک ان کی فقاہت بڑھ گئی تھی اذکر فی زمن بنی امیہ صایحاً یصیح لا یفتی الناس لا عطاء وقال ربیعہ فاق عطاء اھل مکہ فی الفتوی۔

کہ خلفاے بنی امیہ کی طرف سے ایک آدمی آواز دیا کرتا کہ بجز عطا ابن ابی رباح کوئی فتوی ندیا کرے ربیعہ کہتے ہین تمامی اہل مکہ پر انکو فوق تھا فتوی مین۔

اگیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ جس مقدس تابعی نے دو سو صحابہ سے اخذ علوم کیا ہو اور ایسے ایسے مقدس صحابہ نے اونکے کمال کا فتوی دیا ہو وہ جواز متعہ کا فتوی بلا دلیل دیسکتا ہے۔

(۴) ابن ابی ملیکہ۔ نام عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ تابعی ثقہ من مشاہیر التابعین وعلمائہم وکان قاضیاً علی عہد عبد اللہ بن الزبیر قال ادرکت ثلاثین من اصحاب رسول وقال ابن حبان فی الثقات رای ثمانین من الصحابۃ مات سنہ ۱۱۷ھ

یہ عبد اللہ بن زبیر خلیفہ مکہ کے قاضی تھے بڑے معتمد تابعی تھے بہت سی حدیثون کے راوی ہیں اور بقول اسی صحابہ کے شاگردی کیے ہوئے ہین۔ توکیا ایسے شخص کی نسبت گمان ہو سکتا ہے کہ بلا دلیل قوی وہ جواز متعہ کا قائل ہو حالانکہ خود ابن الزبیر اسد رضیہ مخالف متعہ تھے کہ جسقدر انھون نے حضرت ابن عباس پر اس بارہ مین تشدد کیا ہے وہ اون مناظرات سے معلوم ہو سکتا ہے جو ان مین ہوتا تھا۔

(۵) ابن جریج ان کا نام عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج ہے بنی امیہ کے موالی سے صد ۲

صحابی کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے تہذیب میں ہو ص۴۰۲ جلد ۶

قال عبد اللہ بن احمد قلت لابی من اول من صنف الکتب قال ابن جریج وعن ابن جریج یقول مادون العلم تدوینی احد، وقال علی بن المدینی نظرت فاذا اسناد تدور علی ستۃ فذکرھم ثم قال فصار علم ھولاء الی من صنف فی العلم منھم من اھل مکۃ عبد الملک بن جریج وقال الشافعی استمتع ابن جریج بسبعین امرءۃ وقال ابو عاصم کان من العباد فکان یصوم الدھر الا ثلثۃ ایام من الشھر ص۴۰۶

امام احمد کہتے ہین پہلے جسنے تصنیف کیا وہ ابن جریج ہے۔ خود ابن جریج کہتے تھے جسطرح ہمنے علم کی تدوین کی کسی سے نہو سکی۔ علی بن مدینی کہتے ہین تمام اسناد ونکا دار و مدار چھ آدمیون پر ہے سب کا نام لیکر کہا ان سب کا علم اوس شخص کے پاس جمع ہوا جسنے کتاب تصنیف کی وہ عبد الملک بن جریج ہے۔ امام شافعی کہتے ہین۔ ابن جریج نے ۷۰ عورتون سے متعہ کیا۔ ابو عاصم کہتے ہین بڑے عابد تھے ہمیشہ روزہ رکھا کرتے مہینہ مین صرف تین روز افطار کرتے۔

اسماء الرجال مشکوۃ شیخ عبد الحق دہلوی مین ہے قال مخلد بن الحسین مارایت خلقا من خلق اللہ اصدق لھجۃ من ابن جریج وقال یحیی بن سعید ھو اثبت من مالک سمع اباہ وعطاء وطاؤسا ومجاھدا وابن ابی ملیکہ وسمع منہ الثوری ویحیی بن سعید الانصاری ویحیی القطان قال فی الکاشف کان یبیح المتعۃ ویفعلھا توفی بمکۃ سنہ ۱۵۰ وقد جاوز السبعین۔

مخلد بن حسین کہتے ہین ہمنے کسی شخص کو ابن جریج سے بڑھکر صادق نہین پایا۔ امام مالک سے بھی یہ زیادہ اثبت تھ۔ اسنے عطا مجاہد ابی ملیکہ طاؤس سے حدیثین سنین اور اس سے امام ثوری یحیی بن سعید یحیی قطان سب روایت کرتے ہین کاشف مین ہے کہ یہ متعہ کو جائز جانتے اور خود متعہ کرتے سنہ ۱۵۰ھ وفات ہے۔

تذکرۃ الحفاظ ذہبی مین ہے کان ابن جریج یری المتعۃ تزوج ستین امرءۃ سمعت الشافعی یقول استمتع ابن جریج بتسعین امرءۃ۔

کہ ابن جریج متعہ کو جائز جانتے اور ساٹھ عورتون سے اوسنے متعہ کیا تھا امام شافعی جو کہا

امام اگر اُنکے شاگرد ہین کہتے ہین کہ ابن جریج نے نوے عورتون سے متعہ کیا تھا۔
اب ہم نہین جانتے اہلسنت اُنکے سامنے کونسی دلیل جواز متعہ کی پیش کرین جسپر وہ ایمان لائین
کیونکہ قرآنی آیہ صاف ہے جسکا نام ہی آیۃ المتعہ ہے۔ رسول اللہ کا حکم علیحدہ ہے کہ اٹھارہ برس
تک حضرت کے زمانہ مین جاری رہا۔ بعد اصحابہ نے خود عہد رسول مین اور عہد ابوبکر مین بلکہ
عہد عمر مین کیا۔ مگر عمر کے روکنے سے مذہب بدل گیا اور اب اہلسنت مین حرام قرار پایا حالانکہ
صحابہ کے بعد ایسے ایسے تابعین بھی گذرے ہین جنھون نے ہمیشہ متعہ کے جواز کا فتویٰ دیا
بلکہ نوے عورتون سے متعہ کرکے دکھا دیا اور سبکو گواہ بنا دیا کہ متعہ ایسا فعل جائز اور مباح ہے
کہ اہلسنت کا وہ امام جو سب سے پہلے مصنف کتاب ہوا اوس نے ۹۰ متعہ کیا۔
آخری جملہ اڈیٹر اہلحدیث کا یہ ہے مختصر یہ کہ متعہ قرآن کے خلاف حدیث کے خلاف امیر
المومنین **علی مرتضیٰ** کی متفقہ روایت کے خلاف بلکہ عقل خالص کے خلاف اسلئے آریہ گزٹ
کے نامہ نگار کو اسپر غور کرنا چاہیئے اور شیعونکو حضرت علی مرتضیٰ امیر المومنین کی مرفوع روایت
کو بروایت کو رد کرتے ہوے اوسکا انجام سوچنا چاہیئے ؎ من نگویم کہ این مکن آن کن
مصلحت بین وکار آسان کن" اہلحدیث ۲۳ مئی ۱۹۳۱ء جلد ۲۸ مورخہ ۲۲-۲۹ شعبان ۱۳۳۵ھ
اقول کل تقریر کا جواب تو ایسا ہو چکا ہے کہ اگر ہفت اقلیم کے اہلحدیث بلکہ اہلسنت۔ مرزائیونکو
ملاکر بھی جواب دینا چاہین تو معقولیت کے ساتھ جواب دینا محال ہے سب وشتم کی بات دوسری
ہے۔ کیونکہ قرآن حدیث سب آپکے پیش نظر ہے۔ مگر نہ معلوم متفقہ روایت جناب امیر کی قید
کس بنا پر ہے کیونکہ جس روایت سے آپنے استناد کیا ہے اوسکی موضوعیت تو ثابت ہو چکی۔
ہان یہ معلوم **عقل خالص** کا جملہ کس منہ سے نکلا ہے۔ کیونکہ اسکا مطلب تو یہ ہے بجز حضرت
عمر کسی کو عقل خالص ملی نہین حتیٰ کہ خود حضرت ابوبکر کو بھی جنکے زمانہ مین برابر متعہ ہوتا
رہا بلکہ نصف زمانہ عمر بھی جس مین متعہ کا رواج رہا۔
افسوس اڈیٹر صاحب نے کوئی دلیل عقلی دی بھی نہین جس سے معلوم ہوتا کہ یہ عقل خالص
کے خلاف ہے مگر ہمکو قرآن مجید بتا رہا ہے ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ
نفسہ جو شخص ملت ابراھیمی کے خلاف ہے وہ سفیہ اور بیوقوف ہے لہذا وہ بالکل

احمق اور مجنون ہے جو قرآن و رسول کے کسی حکم کو بھی خلاف عقل کہے کیونکہ متعہ کا وجود اور جواز قبل ممانعت عمری تو یقیناً ثابت ہے۔ بعد ممانعت عمر متنازع فیہ ہے کہ آیا اسکی حرمت کیونکر ثابت ہوئی تو اب اوسکو خلاف عقل کہنے والا وہی ہو سکتا ہے جو رسول اللہ صلعم پر ایمان نہین رکھتا۔ کیونکہ ابن حجر لکھتے ہین فحصل مما اشار الیہ ستۃ مواطن اولہ خیبر ثم عمرۃ القضاء ثم الفتح ثم اوطاس ثم تبوک ثم حجۃ الوداع وبقی عند حنین لانہ وقعت فی روایۃ ۔ یعنی اسمین اختلاف ہے کہ متعہ کب اور کہان حرام ہوا محصل اختلاف چھ مقام ہے۔ خیبر سنہ ۷ھ۔ عمرۃ القضا سنہ ۷ھ فتح مکہ سنہ ۸ھ۔ جنگ اوطاس سنہ ۸ھ۔ جنگ تبوک سنہ ۹ھ۔ حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ جنگ حنین سنہ ۸ھ فتح ۲۵ تشئید

اب بتائیے کہ کس پر ایمان لایا جائے۔ کیونکہ زمانہ خیبر کی تحریم کا حال تو معلوم ہو چکا۔ عمرۃ القضا کا یہ حال ہے کہ امام نووی قاضی عیاض سے ناقل ہین عن الحسن البصری انہا ما حلت قط الا فی عمرۃ القضاء وروی ہذا عن سبرۃ الجہنی اور کنز العمال مین ہے ما حلت المتعۃ قط الا فی عمرۃ القضاء ثلاثۃ ایام ما حلت قبلہا ولا بعدہا۔

جس سے معلوم ہوا کہ عمرۃ القضا کے نہ قبل متعہ حلال ہوا نہ بعد بلکہ صرف تین روز کیلئے عمرۃ القضا مین حلال رہا۔ تو اس سے وہ دعوی باطل ہوا کہ غزوہ خیبر مین حرام ہوا۔ اور وہ کل روایتین ہوا ہو گئین جس مین یہ بیان ہے کہ فتح مکہ مین حرام کیا گیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ امام نووی کہتے ہین والصواب المختار ان التحریم والاباحۃ کانا مرتین وکانت حلالا قبل خیبر ثم حرمت یوم خیبر ثم ابیحت یوم فتح مکۃ ۱۲ یعنی صواب اور مختار یہی ہے کہ متعہ دو دفعہ حرام ہوا دو دفعہ حلال قبل جنگ خیبر تو عام طور پر حلال تھا پھر فتح مکہ مین حلال کیا گیا۔

غور فرمائے یہ سب وضعی روایتین کیون بن رہی ہین جنمین کسی طرح اتفاق نہین ہو سکتا صرف اس غرض سے کہ حرمت متعہ کا الزام جو حضرت عمر کے سر ہے وہ کسی طرح اوتر جائے حالانکہ حضرت عمر وہ بہادر ہین کہ کبھی بھولے بھی یہ نہ کہا کہ رسول اللہ نے اسکو حرام کیا بلکہ یہی فرماتے ہین ہمنے فلان فلان مصلحت سے یہ حکم دیا جو اسکے خلاف کریگا اوسکو سنگسار کرینگے۔

اب آئے فتح مکہ کو دیکھیے جسپر سبکا زور ہے کہ اوسی روز حرام کیا گیا چنانچہ فتح الباری مین ہے فلا یصح من الروایات شیٔ بغیر علۃ الا غزوۃ الفتح کہ کوئی روایت درست نہین ملتی جو غلطی سے خالی ہو الا حدیث فتح مکہ کہ وہ البتہ غلطیون سے خالی ہے۔

مگر ہائے یہ روایت بھی غلط ہو گئی کیونکہ ابن حجر لکھتے ہین ویبعد ان یقع الاذن فی غزوہ اوطاس بعد ان تقع التصریح قبلہا فی غزوۃ الفتح انہا حرمت الی یوم القیمۃ۔

یعنی اسکا کیا علاج کیا جائے کہ اس روایت مین ہے جنگ اوطاس مین حلال کیا گیا حالانکہ اسکے قبل اسکی تصریح ہو چکی کہ فتح مکہ مین حضرت نے اعلان کر دیا تھا کہ قیامت تک اب حرام ہے۔

آہ ایک حضرت عمر نے اہلسنت کو کس مصیبت مین مبتلا کیا کہ ایک طرف تو وہ متعہ سے محروم ہوے جسکو کثرت زنا لازم ہے دوسری طرف اسقدر افترا ہو رہا ہے رسول پر جسکی کوئی حد نہین اور پھر کوئی بات نہین بنتی کیونکہ اگر رسول اللہ نے حرام کیا ہوتا جس طرح اور محرمات شرعیہ مین یہ بھی بلا اختلاف رہتا حالانکہ اسمین اسقدر اختلافات ہین جسکی کوئی حد نہین۔

آخر مین ابن حجر ان اشکالات سے عاجز آ کر کہ فتح مکہ مین حرام ہوا تو پھر غزوہ اوطاس مین کیونکر حلال ہوا لکھتے ہین فلا یبق من المواطن کما صحیحا صریحا سوی غزوۃ خیبر دفی کلام اہل العلم ما تقدم یعنی جتنے مقامات بتائے گئے تھے اون مین سے کوئی بھی صحیح یا صریح نہین ہے بجز غزوہ خیبر کے اور اُسمین جو اہل علم نے کلام کیا ہے وہ پہلے مذکور ہو چکا۔

دیکھیے یہ ہے قدرت خدا کہ ہزارون محدثین نے اپنی قوت متفقہ سے چاہا تھا کلام خدا کو غلط کرین اور تحریم متعہ کا الزام رسول پر قائم کرین مگر خداوند عالم نے خود اون مین ایسا اختلاف ڈالا کہ جو شخص کچھ بھی غور و فکر سے کام لیگا وہ سمجھے گا یہ سب جعل و افترا ہے اور کلام اصدق الصادقین سچ ہے جو فرماتا ہے تحسبہم جمیعا وقلوبہم شتی ذلک بانہم قوم لا یعقلون اونکا آپس مین تو بڑا دعوی ہے کہ تم خیال کرو وہ سب ایک خیال کے ہین مگر دل اونکے پراگندہ و پریشان ہین اسلیے کہ یہ لوگ بے عقل ہین۔

یہی وجہ ہے کہ نہ صحابہ مین اتفاق ہے تابعین مین صحابہ کبار پکار کر کہہ رہے ہین ہمنے خدا و رسول کے حکم سے متعہ کیا یہ کون شخص کھڑا ہو گیا جو اپنے ولسے جو چاہتا ہے کہتا ہے اودھر تابعین ہین جنسے کچھ

نہین بنتا تو نوّے عورتون سے متعہ کرتے ہین کہ یہ سب گواہ ہین متعہ ایسی حلال اور مباح چیز ہے کہ ہمارا ساعابد و زاہد جو مہینہ بھر روزہ رکھتا ہے وہ متعہ سے نہین باز آتا۔ تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد اول مین ہے سمعت الشافعی یقول استمتع ابن جریج بتسعین امرءۃ حتی انہ کان یحتقن فی اللیلۃ باوقیۃ شیرج طلباً للجماع صفحہ ۱۶۱

یعنی امام شافعی کہتے ہین کہ ابن جریج نے نوّہ عورتون سے متعہ کیا اور وہ اسقدر حریص تھا اسپر کہ رات کے وقت بقدر ایک اوقیہ روغن کنجد کا حقنہ لیتے کہ قوت اسکی حاصل ہو۔ تو کیا اسکی غرض بجز اسکے اور کچھ ہو سکتی ہے کہ ایک سنت جو مٹی جاتی تھی اوسکا احیا کرین۔

اڈیٹر المحدیث کی بے خبری کا کہانتک اظہار کیا جائے کیونکہ خود اونکی کتابون مین اسکی تصریح موجود ہے کہ امام مالک متعہ کو جائز جانتے تھے چنانچہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی کا قول پہلے مذکور ہو چکا وھذا باطل عندنا جائز عند مالک بن انس وھو الظاھر من قول ابن عباس۔

(۲) تبیان الحقائق شرح کنز الدقائق زیلعی مین ہے وقال مالک ھو جائز لانہ کان مشروعاً فیبقی الی ان یظھر ناسخہ واشتھر عن ابن عباس تحلیلھا وتبعہ علی ذلک اکثر اصحابہ من اھل الیمن ومکہ وکان یستدل علی ذلک بقولہ تعالیٰ فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن وعن عطاء انہ سمعت جابرا یقول تمتعنا علی عھد رسول اللہ وابی بکر ونصفاً من خلافۃ عمر ثم نھی الناس عنہ وھو یحکی عن ابی سعید الخدری والیہ ذھب الشیعۃ ص

(۳) رمز الحقائق شرح کنز الدقائق عینی مین ہے وقال مالک ھو جائز لانہ کان مشروعاً واشتھر عن ابن عباس تحلیلھا وتبعہ علی ذلک اکثر اصحابہ۔

(۴) فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ولا ینعقد النکاح بلفظ المتعۃ وھی باطلۃ عندنا لا تفید الحل خلافاً لابن عباس ومالک۔

ان سب تصریحون سے ظاہر ہوا کہ امام مالک جواز متعہ کے قائل تھے پھر نہ معلوم اڈیٹر صاحب کیون نہین اسپر ایمان لاتے کہ متعہ مذہب اہلسنت مین جائز تھا اور ہے۔

چونکہ اس مطلب کی توضیح کتاب مستطاب استقصاء الافحام جلد اول صفحہ ۲۰۳۶ تشیید المطاعن صفحہ ۱۰۴ سے لغایت ۱۲۳۶ اور ضربت حیدریہ جلد اول صفحہ ۴۱۱ لغایت ۴۲۱ اور کنز مکتوم فی حل عقد ام کلثوم صفحہ ۱۶۱ مین مرقوم ہے لہذا اس سے زیادہ کی ضرورت نہین۔ کیونکہ آپنے دیکھ لیا قرآن حدیث فقہ رجال جو کچھ اہلسنت کے یہان مانی جاتی ہین وہ سب پکار کر کہہ رہی ہین کہ متعہ حلال تھا اور ہے

صرف عمر صاحب نے اپنی ذاتی اختیار سے رد کا جس سے تمام دنیا مین زنا نے رواج پایا ورنہ اسلامی دنیا
مین تو زنا کا نام بھی نہ سنا جاتا کما قال امیر المومنین ؑ۔

انہین جانتے کہ اڈیٹر صاحب نے جو شروع تحریر مین لکھا تھا ''امر واقع یہ ہے کہ متعہ کے قائل شیعہ ہین سنی
نہین اور شیعون کی تعداد کل دنیا کی اسلامی آبادی مین فیصدی پندرہ ہے انکی تھوڑی تعداد کے اعتقاد کو
کل اسلامی دنیا کا اعتقاد قرار دینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے'' کہانتک درست رہ سکتا ہے۔

بعض لوگون کا یہ اعتراض ہے متعہ مین کونسا ثواب ہے۔ مخالفت ابوبکر و عمر پر کب نجات کا مدار ہے مگر انکو
سمجھ لینا چاہیے کہ مدار ایمان و نجات اتباع خدا و رسول پر ہے جسکو خدا اور رسول نے جائز و مباح کیا
وہ جائز جسکو حرام کیا وہ حرام ورنہ زنا و نکاح و سفاح مین کیا فرق ہے یہ مطابق حکم خالق ہے لہذا حلال
ہے وہ مخالف حکم خدا ہے لہذا حرام ہے۔

مخالفت اشخاص کو اگر دخل ہے تو اوسیقدر جسقدر مخالفت شیطان کو دخل ہے کیونکہ شیطان تو
اصل وہی ہے جسنے مخالفت کی حکم خدا و رسول کی۔ اب جو شخص اتباع حکم خدا و رسول مین زیادہ کوشش
کریگا وہی رستگار ہوگا۔

افسوس کہ دنیا مین جسقدر اشخاص **اہلقران** کے نام سے مشہور ہین **وہی** ہین جو اصل مین سنی تھے اور
ترقی کرتے کرتے **اہلقران** ہو گئے لہذا اگر قرآنی دلائل **ہزارون** بھی ہون تو چونکہ وہ اپنے رسم
و رواج مذہبی کے خلاف ہے لہذا وہ اثر نہین جاتا۔ اسی لئے رسالہ **امتحان** اہلقران۔ قول فصل
الکوثر لکہنؤ مین شایع ہو چکا جسکو اہلقرآن نے بھی مان لیا۔ مگر محبت حضرت عمر سے مجبور ہو کر آیہ فما
استمتعتم بہ کو بھی نہین مانتے حالانکہ یہ وہ آیہ ہے جو ساری حجتون کو قطع کر دیتا ہے۔

آخر مین ہم ایک ایسی دلیل پیش کرتے ہین جسمین آیہ قرآنی بھی ہے حدیث رسول بھی رائے صحابی بھی صحیح بخاری مین
ہے صفحہ ۴۴ جلد ۳ مطبوعہ مصر

عن قیس عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال کنا نغزو مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولیس معنا
نساء فقلنا الا نختصی فنہانا عن ذلک فرخص لنا بعد ذلک ان نتزوج المرأۃ بالثوب ثم
قرأ یا ایہا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ نے فرمایا کہ ہملوگ آنحضرت کے ساتھ غزوہ مین تھے اور بیبیان ہمارے ساتھ نہین
ہمنے حضرت کی خدمتمین عرض کیا کیا ہملوگ خصی ہو جائین آپنے اس بات سے منع فرمایا اور متعہ کرنیکی اجازت دیدی چنانچہ
ہر ایک ہم مین سے ایک کپڑے کے بدلے عورتون سے ایک مقررہ مدت کیلئے نکاح کرتے رہے حضرت ابن مسعود نے
اس واقعہ کو بیان فرما کر اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ اے ایماندارو جس چیز کو خدا نے تمہارے لئے حلال کیا ہے
اسکو اپنی رائے اور اجتہاد سے) حرام مت کرو۔ وھذا آخر الکلام فی ھذا المقام والحمد للہ
علی اتمام الحجۃ وظہور المحجۃ والصلوۃ والسلام علی من بذل مھجہ و مھجہ
مھجہ فی اقامۃ الدین حق اوضح سبلہ و نہجہ ؞

تمام شد